اردو غزل
پر
ہندی کے اثرات
علی احمد جلیلی

ایڈیشن : پہلا
اشاعت : ۲۰۰۳ء
تعداد : ۵۰۰
سرورق : ریاض خوشنویس
کمپیوٹر کتابت : SAM کمپیوٹرس ، متصل عشرت محل ، مغل پورہ ، حیدرآباد
فون : 3027 5627، موبائیل :3027 5571
مطبع : ریاض پرنٹرس ، فرسٹ فلور ، روبرو حیدرآباد کارڈ سنٹر ، چھتہ بازار ، حیدرآباد فون : 2042 5571
قیمت : ۷۵/روپے (-/Rs. 75)

ملنے کے پتے

- حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان ، حیدرآباد
- مصنف ۱۰/۳۳/۷_۱_۲۲، سلطان پورہ ، نورخاں بازار ، حیدرآباد

اردو غزل
پر
ہندی کے اثرات

تکمیل جائزہ

علی احمد جلیلی

انتساب

اردو اور ہندی شاعروں کے نام

عنوانات

اردو ادب کی دنیا میں ڈاکٹر علی احمد جلیلی کی ذات مغتنمات میں سے ہے ۔
آپ ایک بلند پایہ شاعر ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجے کے نقاد بھی ہیں ۔ آپ کا اردو شعر
و ادب کا مطالعہ وسیع ہے ۔ کلاسیکی شاعری سے لے کر جدید دور کی ساری غزلیہ شاعری پر
آپ کی نظر ہے جس کا اندازہ پیش نظر کتاب کے محولہ اشعار سے ہوتا ہے ۔

ڈاکٹر علی احمد جلیلی نے اس کتاب میں ایک اچھوتے موضوع پر قلم اٹھایا ہے ۔
انہوں نے اردو غزل پر ہندی کے اثرات کا گہری نظر سے جائزہ لیا ہے ۔ قدیم اور جدید
غزل میں مستعمل ہندی لفظیات (جس میں مانوس اور نامانوس الفاظ شامل ہیں) محاورے ،
روزمرہ ، تلمیحات اور ہندی مرکبات کی طویل فہرست دی ہے اسی کے ساتھ اشعار غزل
میں ان کے استعمال کی مثالیں بھی دی ہیں ۔ یہ بڑا کام ہے جس کی جتنی بھی تحسین کی
جائے کم ہے ۔

میں ڈاکٹر علی احمد جلیلی کو اس کارنامے کے سر انجام دینے پر مبارکباد دیتا ہوں ۔

مغنی تبسم

میں نے اپنی کتاب نقد و نگاہ میں دیگر موضوعات کے ساتھ "اردو شاعری پر ہندی
کے اثرات" پر ایک مضمون بھی شامل کیا تھا جس میں غزل کا بھی ذکر تھا لیکن بہت ہی
مختصر ۔ بعد میں خیال آیا کہ اردو غزل پر ہندی کے اثرات کا مکمل طور پر جائزہ لیا جائے ۔
چنانچہ اس کتاب میں میں نے اردو غزل کے ہر پہلو پر ہندی اور ہندوی روایت کے جو
اثرات مرتب ہوئے ان کا مختلف عنوانات کے تحت مکمل احاطہ کیا ہے ۔

میں نے اشعار کی فراہمی میں جن ماخذات کو پیش نظر رکھا ہے ، ان میں اردو شاعروں
کے شعری مجموعے اور وہ تذکرے ہیں جن میں ان شاعروں کی غزلوں کا انتخاب ہے ۔ اس
کے علاوہ مختلف ماہناموں اور رسالوں سے مدد لی ہے جن میں غزلیں چھپتی رہتی ہیں ۔

اس کام کے دوران کئی باتیں میرے سامنے آئیں ۔ بیشتر معروف شاعروں کے
یہاں مجھے چیدہ چیدہ طور پر ایسے اشعار مل گئے جن میں ہندی کے مستعمل اور غیر مستعمل
الفاظ کو شعوری یا غیر شعوری طور پر اردو شاعروں نے برتا ہے ۔ ان شاعروں کے ساتھ
ایسے غیر معروف شاعروں کے نام بھی شامل ہیں ۔ جنھوں نے ہندی کے الفاظ کو اپنے
اشعار میں جگہ دی ہے ۔

ہندی اثرات کا ایک پہلو ہندی تلمیحات اور ہندوی روایات سے استفادہ کا رجحان بھی ہے اس کو بھی میں نے اس دائرہ میں شامل کرلیا ہے۔

کتاب کے آخری صفحات پر میں نے دو فہرستیں بھی دی ہیں ایک فہرست ان تمام ہندی الفاظ کی ہے جو اردو شاعروں نے مجموعی طور پر اپنے اشعار میں برتے ہیں۔ دوسری فہرست میں ان تمام شاعروں کے نام ہیں جن کے اشعار کے حوالے کتاب میں موجود ہیں۔

یہ میری پہلی کوشش ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب اردو اور ہندی کے ارباب ذوق کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگی۔ ●

اردو غزل پر ہندی کے اثرات

ہندوستانی زبانوں کی تلاش و دریافت میں جب ہم تاریخ کے اوراق الٹتے ہیں تو سب سے پہلے آریائی اور دراوڑی زبان کے تصادم و اتصال کا پتہ چلتا ہے۔ جب آریائی اور دراوڑی زبانیں گھل مل گئیں تو وہ قدیم ہندی کے قالب میں ڈھل گئیں۔ اس کے بعد ہندی اور اسلامی ثقافتوں کا تاریخی تصادم و اتصال ہوا۔ ہندی اور اردو زبانوں کی تشکیل کا پس منظر یہی ہے۔

اردو اور ہندی آج الگ الگ زبانیں ہیں لیکن ایکدوسرے سے اتنا قریب کہ رسم خط کے علاوہ ان میں فرق مشکل ہوجاتا ہے۔ دونوں زبانوں کے قواعد بھی لگ بھگ ایک ہیں اور دونوں زبانوں میں دو تہائی سے زیادہ الفاظ بھی ایک ہیں۔ اردو اور ہندی زبانیں اپنے جنم دن سے ساتھ رہی ہیں۔ ہندی سے مراد آج وہ زبان ہے جو عام طور پر شمالی ہند کے ایک بڑے طبقہ کی زبان ہے اور اردو سے مراد وہ زبان ہے جو کوئی علاقہ نہ رکھنے کے باوجود ہندوستان کے بیشتر حصوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ دونوں آج دو زبانوں کی صورت میں اپنی اپنی شناخت رکھتی ہیں۔

انیسویں صدی کی ابتداء میں ہندی اور ہندوی نام اردو کے لیے مستعمل تھا۔ اس وقت تلسی داس، کبیر داس اور ملک محمد جائسی وغیرہ جس زبان میں شاعری کرتے تھے اس

زبان کو محض بھاشا اور بھاکا کہتے تھے۔ تاریخی اور لسانی اعتبار سے اردو اور ہندی کھڑی بولی کا ترمیم شدہ روپ ہیں ان اپ بھرنشوں اور مقامی بولیوں کا جس کا چلن چودھویں صدی عیسوی میں مقامی طور پر شمالی ہند کے مختلف مقامات میں تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب آریائی زبانوں کے اثر سے پالی، ماگدھی، شورسینی اور دوسری زبانیں شمالی ہند میں جڑ پھیلانے لگی تھیں اور سنسکرت کا اثر کم ہو کر ان کی جگہ اپ بھرنشوں اور پراکرتوں نے لے لی تھی۔ (۱)

اس ماحول میں جن زبانوں نے فروغ پایا ان میں اودھی، اور برج (جو شورسینی کا دوسرا نام ہے) کو امتیازی حیثیت حاصل رہی۔ بعد میں برج اودھی پر چھا گئی۔ برج کی کھڑی بولی کی ہندی اور اردو ترقی یافتہ شکلیں ہیں۔ لسانی نقطۂ نظر سے ان میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے بجز اس کے کہ عربی و فارسی کی شمولیت سے اردو کی صورت گری ہوئی۔ ہندی والوں نے ناگری لپی (رسم خط) اختیار کر کے اس کو سنسکرت آمیز کر لیا۔ لیکن یہ بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ اردو والوں کا اعتراض ہے کہ ہندی والوں نے اپنی زبان کی قدامت ثابت کرنے کے لیے برج، اودھی اور راجستھانی کو نہ صرف اپنا لیا بلکہ ہندی ساہتیہ کا جزو بنا لیا۔ برخلاف اس کے ہندی والوں کا یہ کہنا ہے کہ اردو والوں نے دکنی زبان کو اردو کا ابتدائی روپ قرار دے کر اس کا رشتہ زبردستی اردو سے جوڑ لیا۔ لیکن اس بحث سے قطع نظر آج اردو اور ہندی ایکدوسرے کے سہارے کا کام دے رہی ہیں۔

لسانی حقیقت یہی ہے کہ ہندی اور اردو دونوں نے ایک ہی ماں کی چھاتی سے دودھ پیا ہے اور ایسی توام بہنیں ہیں کہ ان کو کاٹ کر ایکدوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

(۱) پراکرت بھاشا قدیم ترین دور میں اس دیش کے آریاؤں کی بھاشا تھی۔ جس بھاشا سے ہندوستان کی موجودہ تمام آریائی بھاشائیں پیدا ہوئی ہیں اور جو بھاشائیں ہندوستان کے مختلف پردیشوں میں آج بھی بولی جاتی ہیں ان سب بھاشاؤں کو پراکرت کہتے ہیں کیوں کہ یہ بھاشائیں پراکرت کے ہی مختلف روپ ہیں اور زمان و مکاں کے اختلاف کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ اردو پر باہر کی زبانوں کے اثرات ہیں اور ہندی ٹھیٹھ ہندوستانی ہے۔ بقول کے اردو کے جسم سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی ہے اور ہندی کا بدن چندن اور لوندھی مٹی کی طرح مہکتا ہے۔

اردو شاعری میں جو رجحانات ابتدا سے ابتک داخل ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں ان میں ایک اہم رجحان ہندی زبان سے اردو کی رغبت ہے۔ میرا مطلب ہندی روایت سے ہے جس کے اثرات شروع ہی سے اردو شاعری میں در آئے ہیں۔ بالخصوص اردو غزل میں اور یہی ہمارا موضوع بحث ہے۔

جب بھی غزل کا نام زبان پر آتا ہے تو دل ایک عجیب سی مسرت محسوس کرتا ہے۔ وہی غزل جس کو ترقی پسندی دور میں مسترد کیا گیا آج بھی اپنے بانکپن اور بھرپور توانائی کے ساتھ نہ صرف زندہ ہے بلکہ آج بھی اردو شاعری کی آبرو ہے جس کی طرف دوسری زبانوں کی للچائی نظریں پڑ رہی ہیں۔ چنانچہ کپور چند شکلا کا کہنا ہے کہ:

"غزل اردو شاعری کی ایک شیلی ہے۔ اس شیلی کا اپنا خاص انداز ہے ہندی میں بھی کئی شاعروں نے غزل کی تقلید کی ہے۔ غزل میں یہ بڑی سہولت ہے کہ جذبات کو سیج روپ سے پرکٹ کیا جاسکتا ہے۔"

آج ہماری غزلوں میں ایک نئی آن بان، نیا آہنگ اور نئی لفظیات کا خوش آئند رجحان نظر آرہا ہے۔ یہ رجحان بدلتے ہوئے معاشرے کے عکس میں در آیا ہے۔ اس سجاوٹ میں نئی لفظیات کی شمولیت کا بڑا دخل ہے۔ اس میں ہندی الفاظ کو داخل کرنے اور برتنے کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اصل موضوع کی طرف رجوع ہونے سے پہلے بطور تمہید پہلے دکنی غزل سے بات شروع کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔

دکنی غزل میں ہندی کا عنصر

اردو غزل کا جو کلاسیکی سرمایہ محفوظ ہے اس سے صاف واضح ہے کہ اردو کے ابتدائی دور کی ساری شاعری پر ہندی کے اثرات زیادہ تھے ۔ دکنی معاشرت ایک حد تک خالص ہندوستانی معاشرت تھی۔ اس لیے دکنی شاعروں کے یہاں ہندی کا بڑا اچھا امتزاج ملتا ہے ۔

دکنی غزل کے وجود میں آنے سے پہلے ہی ہندی روایت نے لوک ساہتیہ کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا ۔ چنانچہ دکن میں اردو کا ابتدائی نام دکنی اور ہندی تھا ۔ اس دور کا ایک شاعر اپنی تصنیف کے بارے میں لکھتا ہے ۔

دلے بعض یاروں کا ایسا ہوا تو ہندی زباں یہ رسالہ ہوا

یہ زبان اس وقت تک ہندی کہلاتی رہی جب تک دکن میں یہ خود اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہو گئی ۔ جب دکن کے ماحول سے اسے شمالی ہند نے رنگ روپ میں الگ کر لیا تو یہ بجائے ہندی کے دکنی کہلانے لگی ۔ ذیل کے دکنی شاعروں کے اشعار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے ۔

وجہی

دکھنی میں جوں دکھنی تی بات کا ادا نئیں کیا کوئی اس دھات کا

ابن نشاطی

اسے ہر کس تیں سمجھا کوں تو بول دکنی باتاں ساریاں کو کھلا

نصرتی

صفائی کی صورت کی ہے آرسی دکھنی کا کیا شعر ہوں فارسی

دکنی غزل نے فارم تو فارسی غزل سے لیا لیکن اس کی بنیاد پوری طرح ہندی روایت پر رکھی ۔ اسے ہم ہندوی اور ایرانی روایت کا سنگم کہہ سکتے ہیں ۔ چنانچہ دکنی میں فارسی اور

ہندی دو قسم کے دھارے ملتے ہیں ۔ کچھ دور الگ الگ بہتے نظر آتے ہیں ۔ آگے چل کر آپس میں گھل مل جاتے ہیں ۔ اس سنگم پر دکھنی شاعری کا ایک دھارا ہندی یا ہندوی روپ ہے تو دوسرا ایرانی یا فارسی آہنگ کا ہے ۔ فارسی سے قطع نظر ہندی کے عنصر کی وضاحت کے لیے نصیر الدین ہاشمی کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں ۔

"دکنی پر زبان اور بیان دونوں اعتبار سے ہندی کا پورا اثر پایا جاتا ہے ۔ الفاظ زیادہ تر ہندی ہیں عربی اور فارسی الفاظ کو ہندی لب و لہجہ میں ڈھال کر ہندی کر لیا گیا ہے ۔"

مثال کے طور پر دکنی کے یہ اشعار دیکھیے :

محمد افضل

سکھی ری چیت رت آئی سہائی اجھوں امید میری بر نہ آئی

قلی قطب شاہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تجھے ہے چھپا

تیرے سونے کے حسن کا دستار ہے سنسار نقش

عبداللہ قطب شاہ

کچھ تجھ درپن میں تل تل دیکھنے کی عادت کر نین کو تیں تجھ دیدار کا درپن کیا

شاہی

تجھ بال کالے دیکھ کر بادل پھریں حیران ہو

تجھ بھال ہور ٹیلک کے کیا چاند ہور کیا سور ہے

محمود بحری

سورج تج مکھ مثال تیں بچ ہے لعل تجھ بن لال تیں بچ ہے

اس طرح ہندی لفظوں کی شمولیت کے ساتھ یہ دونوں روایتیں ساتھ ساتھ چلتی رہیں ۔ ہندی اور ہندوی کی یہ روایت چھٹی صدی ہجری سے لے کر دسویں صدی ہجری تک رہی ،

اس طویل تمہید سے میرا مقصد اس بات کو واضح کرنا ہے کہ اردو غزل میں ہندی الفاظ برتنے کی روایت پہلے ہی سے موجود تھی۔ چنانچہ دکنی شاعری میں جو ہندی الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کی میں نے ایک فہرست تیار کی ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے دکنی غزل میں ہندی کے کتنے الفاظ شامل رہے ہیں۔ زیادہ تر اصل روپ میں اور کچھ تلفظ میں تھوڑی تبدیلی کے ساتھ۔

دکنی غزل میں ہندی الفاظ

امرت۔ ادھر (ہونٹ)۔ اکاس (آکاش)۔ انت۔ انگ۔ آدھار۔ انند (آنند)۔ النکار۔ امول۔ انک۔ اگنی۔ اگن۔ اندھکار۔ آنگن۔ انتر۔ اوتار۔ اپروپ۔ ادک (ادھک)۔ اونگ۔ انبر۔ ابھاگی۔ آس۔ بھور۔ بجال۔ نسبت۔ برکھا۔ بھاؤ۔ بچن۔ بھاونا۔ برہ۔ برہا۔ بھاگ۔ باٹ۔ بھوگ۔ بھوگی۔ بیاس۔ بھوی۔ بھیتر۔ بھانت۔ بہار۔ بھوجن۔ بندھن۔ بچار۔ پات۔ پت جھڑ۔ پنکھ۔ پنکھی۔ پرم۔ پیو۔ پیا۔ پیتم۔ پون۔ پوتھی۔ پرگٹ۔ پنت۔ پتھ۔ پران۔ پگ۔ پاپ۔ پتنگ۔ ترت (ترنت)۔ جگت۔ جیو۔ جیون۔ جوت۔ جات۔ جگ۔ جل۔ تھل۔ چرن۔ چھند۔ چھب۔ چندر۔ چیت۔ چتر۔ چتر۔ چندا۔ دھرم۔ دھیر۔ درس (درشن)۔ دھیر۔ دھرتی۔ دیا۔ دیا۔ دوجا۔ درپن۔ دستک۔ رت۔ رین۔ رکت۔ رتن۔ روپ۔ سپن۔ سپنا۔ سچ۔ سنگرام۔ سنگ۔ سنگھار۔ سکھی۔ سجن۔ ساجن۔ سندر۔ سندری۔ سیس۔ ساجا۔ سکل۔ سنسار۔ سنکٹ۔ سوگند۔ سیوک۔ سرگ (سورگ)۔ سنتاپ۔ سگندھ۔ سمدر۔ سور۔ سہاگ۔ سہاگن۔ سائیں۔ سوتن۔ سمرن۔ سانجھ۔ شبھ۔ سنگھاسن۔ کال۔ کمل۔ کارن۔ کپٹ۔ کتھا۔ کاجل۔ کھن۔ کنچن۔ گگن۔ گھنیرا۔ گھات۔ گمبھیر۔ کھیس (کیش)۔ گھاؤ۔ گھونگھٹ۔ گلال۔ گن۔ لگن۔ لاج۔ لٹ۔ من۔ میت۔ مانس (منش)۔ مکھ۔ مدھ۔ من بھاون۔ مسکان۔ مورک (مورکھ)۔ مگن۔ ماتھا۔ میگھ۔ مارگ مثلی۔ مان۔ مکٹ۔ مکار۔ نار۔ ناری۔ نین۔ نیر۔ نرمل۔ نرمول۔ نگر۔ نگری۔ نورتن۔ نیہہ۔ نت۔ نس دن۔ وستار۔ ویراگ۔ وناس۔

تاہم ولی دکنی اور سراج اورنگ آبادی کے یہاں اور ان کے بعد بھی ہندی شبد اردو غزل میں یہاں وہاں اپنی چھب دکھلاتے رہے۔

ولی دکنی

ترا مکھ مشرقی حسن آنکھڑیوں میں جلوہ جالی ہے

نین جامی، جبیں فردوسی و ابرو ہلالی ہے

سراج کے پاس ہندی کا یہ عنصر اور بھی کم ہے:

جانی کے پاس جا کوئی میری خبر کہے | گزری جو مجھ پہ غم کی کتھا سر بسر کہے

یہی صورت حال شمال کے چند متقدمین کے یہاں نظر آتی ہے۔

یقین

ہماری عیش کی محفل برہ کی آگ مالا ہے

نہ گلشن ہے نہ موہن ہے نہ مطرب ہے نہ مالا ہے

آرزو

پھر کر نظر نہ آیا ہم کو سجن ہمارا | گویا کہ تھا چھلاوا وہ من ہرن ہمارا

آبرو

نین سے نین وہ ملائے گیا | دل کے اندر مرے سمائے گیا

میر

کہہ سانجھ کے موے کو اے میر روئیں کب تک

جیسے چراغ مفلس اک دم میں جل بجھا ہو

رفتہ رفتہ یہ رجحان ختم ہو گیا یہاں تک کہ ایک طویل مدت کے بعد فراق نے میر کی روایت کو زندہ کیا اور جہاں فراق نے اپنی رباعیوں میں شرنگار رس کی فضا پیدا کی وہیں اپنی غزل میں بہت سارے ہندی الفاظ جو ترک کر دیے گئے تھے ان کو زندہ کیا۔

یاد ایام کی پروائیو دھیمے دھیمے | میر کی کوئی غزل گاؤ کہ کچھ رات کٹے

آزادی کے بعد:

آزادی کے بعد یہ رجحان عام ہوا کہ زبان کو آسان بنا کر عوامی زبان کے قریب لایا جائے ۔ اس رجحان نے اردو غزل والوں کو ہندی کی طرف مائل کیا جو دیس زبان تھی ۔ ایک لحاظ سے یہ کوشش شعوری بھی ہے اور غیر شعوری بھی ۔ ہندی اور ہندوی روایت کی طرف میلان کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہندی ریاستوں میں ہندی کے فروغ نے نہ صرف عوامی زبان پر اثر ڈالا بلکہ اس خطہ میں بسنے والے اہل قلم کو بھی متاثر کیا ۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی اہم ہے کہ عصری تقاضوں کے سبب آج غزل کا پھیلاؤ دیہاتوں کھیتوں تک پہنچ چکا ہے ۔ اس نے غزل کی زبان میں ان الفاظ کی شمولیت ضروری ہو گئی جو نئے موضوعات اور مسائل کی ترجمانی کی صلاحیت رکھتے ہوں ۔ دوسرے الفاظ میں غزل کے موضوعات کی توسیع نے اظہار خیال کے لیے دوسری زبانوں کے الفاظ تک بھی پہنچنے کی بھی راہ ہموار کی ۔ تازہ خیال کے لیے تازہ الفاظ کی تلاش ناگزیر ہوئی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے شاعروں نے یہ اثرات قبول کئے اور ہندی کے مروج الفاظ کو غزل کے ڈکشن میں داخل کیا ۔

سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ عوامی زبان کے قریب لانے کے لیے عربی و فارسی کی جگہ ہندی اور اردو کے ان الفاظ کو دی گئی جو بول چال میں تھے لیکن ان کا استعمال غزل میں یا تو بالکل نہیں تھا یا بہت کم ہوتا تھا ۔ اردو الفاظ کے ہندی مترادفات کی ایک صورت یہ ہے کہ فارسی عربی الفاظ کے بجائے اردو کے آسان یا عام ہندی الفاظ کو برتا جائے ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ عربی فارسی الفاظ کو ترک کر دیا گیا ہے ۔ مطلب یہ کہ ان کی موجودگی میں ان کے ساتھ ہندی کے مترادفات پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے ۔

ان کی ایک مختصر فہرست یوں ترتیب دی جا سکتی ہے ۔

زمین = دھرتی	آسمان = آکاش	امید = آشا	ناامیدی = نراشا

چراغ = دیا	روح = آتما	صحن = آنگن	دریا = ساگر
زخم = گھاؤ	زخمی = گھائل	پرندہ = پنچھی	غبار = دھول
قوس قزح = دھنک	شجر = پیڑ	حبس = گھٹن	ویرانہ = کھنڈر
راہ = ڈگر	زندگی = جیون	خیرات = دان	گناہ = پاپ
مشکل = کٹھن	قیمت = مول	شہر = نگر	شرارہ = چنگاری
آتش = اگنی	آئینہ = درپن	جسم = انگ	بندش = بندھن
دریچہ = کھڑکی	در = کواڑ	سایہ = چھایا	چاند = چندر
عکس = پرچھائیں	پرواز = اڑان	شیریں = مدھر	عالم = سنسار
غسل = اشنان	شاخ = ٹہنی	قفس = پنجرہ	اسلاف = پرکھوں
وصال = ملن	صندل = چندن	زینہ = سیڑھی	قسمت = بھاگ
آستاں = چوکھٹ	خاکستر = راکھ	چہرا = مکھڑا	رونق = شوبھا
انبار = ڈھیر	پیغام = سندیس	آبحیات = امرت	راہ = پنتھ
صحرا = جنگل	تبسم = مسکان	مجمع = بھیڑ	سیاہی = کالک
دنیا = جگ	قحط = سوکھا	خریدار = گاہک	خلش = چبھن
شکن = سلوٹ	عالم = سنسار	پیشانی = ماتھا	باغیچہ = پھلواری
کوہ = پربت	تشنگی = پیاس	پاک = پوتر	شیدا = رسیا
قدم = چرن	دام = بھاؤ	بو = باس	خواب = سپنا
ہوا = پون	پروانہ = پتنگا	ہجوم = جمگھٹ	دام = جال
پرندہ = پنچھی	سبزہ = ہریالی		

اردو غزل میں ان کے استعمال کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

رفعت سروش نے ایک شعر میں ہندی کے کئی مترادفات کو یکجا کر دیا ہے۔

پربت۔ پنچھی۔ پیاس

جب پربت پر برف گرے گی سب پنچھی اڑ جائیں گے
جھیل کنارے جا بیٹھیں گے اک انجانی پیاس لیے

حسن نعیم نے بھی کئی ہندی مترادفات سے کام لیا ہے۔

آشا۔ نراشا۔ بندھن۔ جیون

ہر نراشا ہے لیے ہاتھ میں آشا بندھن
کون جنجال سے جیون کے نکل سکتا ہے

حبیب جالب لفظ آشا کو استعارہ بناتے ہیں۔

جانے کس حال میں ہیں کون بتائے جالب
ارضِ پنجاب میں پودے مری آشاؤں کے

لفظ صحن کی جگہ اردو شعراء نے بڑی خوبصورتی اور سادگی کے ساتھ گھر آنگن کو ایک جا کیا ہے۔ پروین شاکر نے موسم گل کو اپنے گھر کے آنگن میں یوں ٹھہراتی ہیں:

جب وہ آئے گا تو پھر اس کی رفاقت کے لیے ● موسم گل مرے آنگن میں ٹھہر جائے گا

مظفر حنفی پڑوسی کی سیاست کو اپنے آنگن میں یوں اترتا دیکھتے ہیں:

پڑوسی کی سیاست میں خسارہ جب اٹھاتا ہوں ● مرے آنگن میں آکر ریت کی دیوار گرتی ہے

بیکل اتساہی اپنے گھر کے آنگن میں سورج کو اتارنا نہیں چاہتے۔

اب اندھیروں کو مرے گھر میں سکوں ملتا ہے ● میرے آنگن میں نہ سورج کو اتارا جائے

ظفر زیدی کی نظر میں ہمسائے کے آنگن پر بھی ہیں۔

اک شجر ایسا محبت کا لگایا جائے ● جس کا ہمسائے کے آنگن میں بھی سایا جائے

اس کے برعکس اکبر جے پوری اپنے آنگن میں آنے والے پتھروں کا الزام ہمسائے پر رکھتے ہیں۔ طنز کا انداز دیکھئے:

روز پتھر مرے آنگن میں گرا کرتے ہیں   میرے ہمسائے مجھے یاد کیا کرتے ہیں

شکیل مظہری کا آنگن انتظار کا صحرا بنا ہوا ہے۔

آنگن ہے انتظار کا صحرا بنا ہوا   دہلیز پر چراغ سلگتا ہے دیر سے

جمیل ملک اپنے آنگن کے گلابوں کا تقابل اپنے دل میں سلگنے والے پھول سے کرتے ہیں:

جو مرے دل میں سلگتا ہے وہ ہے پھول ہی اور
یوں تو آنگن میں کھلے کتنے دیاروں کے گلاب

لفظ پیشانی اور جبیں کا استعمال اردو غزل میں کثرت سے ہے۔ ماتھے کا استعمال بہت کم ہے۔ لیکن اب بیشتر اشعار میں ہمیں ماتھا کا لفظ ہی زیادہ ملتا ہے۔

اس کے استعمال کی ایک عام صورت ماتھے کی شکن ہے۔ شمس تبریز کہتے ہیں:

جو بھی حالات ہوں آتی نہیں ماتھے پہ شکن ● شمس با حوصلہ ہے جینے کا ڈھب جانتا ہے

فراق ماتھے کو تنزل کا رنگ دیتے ہیں:

اب پڑے اب پڑے اس کے ماتھے پہ بل   الحذر الحذر ۔ الاماں الاماں

حبیب جالب کے یہاں بھی ماتھے کے بل کی بات ہے:

ترے ماتھے پہ جب تک بل رہا ہے   اجالا آنکھ سے اوجھل رہا ہے

پروین شاکر نے بات اپنے ماتھے کی کی ہے لیکن عجیب طریقہ سے:

چاند کی روشنی میں اس نے لکھی   میرے ماتھے پہ ایک بات عجیب

ماتھے کے استعمال کی دوسری صورت اسے استعارہ بنانے کی ہے۔ نور بجنوری کہتے ہیں:

جب ابھرتی ہے کسی وقت کے ماتھے پہ شکن   لغزشوں کا میں اسے ردعمل کہتا ہوں

علی احمد جلیلی وقت کے ماتھے کی نہیں تاریخ کے ماتھے کی بات کہتے ہیں:

پھونکوں سے بجھا ہوں نہ مٹانے سے مٹا ہوں
میں وقت ہوں تاریخ کے ماتھے پہ لکھا ہوں

پرواز لفظ کی جگہ اڑان کا استعمال زیادہ ہو گیا ہے۔ قتیل شفائی کہتے ہیں:

کتنا ہی اڑے لیکن چھوٹی نہ زمیں ہم سے

زنجیر کے حلقے بھی ساتھ آئے اڑانوں میں

قتیل شفائی نے زنداں کی بات کہی تھی۔ مظہر امام قفس کی بات کرتے ہیں۔

بہت ہے آج تمنا اڑان بھرنے کی   قفس سے جا کے ہمارے شکستہ پر لانا

رؤف خیر، محبوب کے دسترس میں ہونے کی خوشی میں اپنی اڑان کو اہمیت نہیں دیتے۔

خوشی یہ ہے کہ تری دسترس میں ہوں میں بھی

مری اڑان ہے کتنی مری جسارت کیا

علی احمد جلیلی اپنے ایک مطلع میں اڑان کا قافیہ یوں باندھتے ہیں۔

ہوس ابھی سے تری کس لیے اڑان پہ ہے   ابھی تو تیرا قدم پہلے پائیدان پہ ہے

ناز قادری اڑان کے لیے جرات پرواز ضروری سمجھتی ہیں۔

عطا ہوئی ہے ہمیں ایسی جرات پرواز   کہ پاشکستہ میں لیکن اڑان باقی ہے

مسدی پرتاب گڑھی اڑان بھرنے والے پرندہ کو زیر دام لانے کی فکر میں ہیں۔

کیسے وہ زیر دام آئے گا   جو پرندہ ابھی اڑان میں ہے

مظفر حنفی نے اڑان کو بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔

شفق شفق ہتھیلیوں سے پوچھو   مرے لہو کی اڑان کیا ہے

لفظ ویرانہ جو فارسی ہے اس کی جگہ اب کھنڈر نے لے لی ہے۔ مخدوم محی الدین کہتے ہیں۔

اسی کھنڈر میں کہیں کچھ دیے ہیں ٹوٹے ہوئے

انہیں سے کام چلاؤ بہت اداس ہے رات

فضا ابن فیضی بیتے ہوئے دنوں کے کھنڈر کی بات کہتے ہیں۔

تنہا نہیں ہیں لوگ کہ یادیں ہیں ہمسفر

بیتے ہوئے دنوں کے کھنڈر راستے میں ہیں

محمد علی اثر نے کھنڈر کو دل کی بربادی کا استعارہ بنایا ہے۔

اجڑ چکی ہے یہ بستی مگر وہ شخص ابھی

بڑے خلوص سے دل کے کھنڈر میں رہتا ہے

غیاث متین نے بھی کھنڈر کو بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔

اب جو ملتا ہے تو وہ شخص کھنڈر لگتا ہے   اس کی ٹوٹی ہوئی آواز سے ڈر لگتا ہے

ادا جعفری بھی ویرانہ کی جگہ کھنڈر کو دیتی ہیں۔

کھنڈر بھی دیکھو تو قریے بہت ملیں گے تمہیں

یہ قریہ اہل محبت کے ہیں بسائے ہوئے

ملک زادہ جاوید کھنڈر کی خاموشی کو آواز دیتے ہیں۔

کھنڈر ویران ہے پھر بھی   کوئی آواز زندہ ہے

پروین شاکر اپنے دل کی کھنڈر کی بات کرتی ہیں۔

یاں اک محل تھا آگے زر و سیم سے بنا

اے خوشخرام دل کو ہمارے کھنڈر نہ جان

اردو غزل میں گھائل کا لفظ تو بہت ملتا ہے لیکن زخم کے معنی میں گھاؤ کا استعمال کہیں نہیں ملتا۔ نئی غزل میں اسی سے زیادہ کام لیا جارہا ہے۔

ساغر اعظمی اپنی ایک غزل کے مطلع میں گھاؤ کو پتھراؤ کا قافیہ بناتے ہیں۔

امیدوں کے شہر میں یارو آج ایسا پتھراؤ ہوا

ٹوٹ گیا آئینہ بھرم کا دل پر گہرا گھاؤ ہوا

مظفر حنفی بھی دل کے گھاؤ کی بات کرتے ہیں۔

ہم کہ محرم دو ملاقاتوں کے ہیں   گھاؤ دل پر سینکڑوں باتوں کے ہیں

احمد کمال حشمی بھی بدن کے گھاؤ کا رشتہ دل سے قائم کرتے ہیں۔

بدن پر گھاؤ جتنے تھے وہ سارے بھر گئے لیکن

جو دل کے زخم ہیں ان سے لہو پیہم نکلتا ہے

اختر بستوی پتھراؤ اور گھاؤ کے قافیوں سے مطلع بناتے ہیں۔

روپ کی دولت رکھنے والے کریں گے جب پتھراؤ
سونے جیسے زخم لگیں گے چاندی جیسے گھاؤ

ظفر گورکھپوری نے اس لفظ سے استعارہ کا کام لیا ہے۔

روح کے گھاؤ بدن کی عزت　　کیا کیا ڈھانکے گی ردا مٹھی بھر

امیر احمد خسرو کے یہاں تہذیب کے گھاؤ کا استعارہ ہے۔

پھر الٹ دو ذرا حالات کے چہرے سے نقاب
زندگی دیکھ تو لے آج کی تہذیب کے گھاؤ

ہجوم اور اژدحام غزل کی کلاسیکی علامتیں۔ یہی مفہوم اب جمگھٹ لفظ سے ادا ہو رہا ہے۔

جمگھٹ　　(رحمن جامی)

حیدرآباد میں ہوں آج اکیلا جامی　　اس کی محفل کی طرح اب کوئی جمگھٹ ہی نہیں

(سلیمان اریب)

یہ بزم آخر شب ہی سہی لیکن یہاں اب بھی
وہی پریوں کا جمگھٹ ہے وہی شان سلیمانی

جمگھٹ کے ساتھ اس کا مرادف لفظ بھیڑ بھی بکثرت استعمال ہو رہا ہے۔

بھیڑ　　(سلیمان اطہر جاوید)

دوستوں کی بھیڑ میں مت پوچھئے　　ایک سے ہے ایک بڑھ کر اور ہم

(رفیعہ شبنم عابدی)

وہ بھیڑ تھی کہ ادا اپنی لٹ بھی سکتی تھی　　خوشا کہ سامنے زنداں کا در دکھائی دیا

(ظفر اقبال)

اب اتنی بھیڑ میں اچھا نہیں لگتا تھا ویسے بھی
سو اس سے بوسہ لے کر ہم نے خالی جیب میں ڈالا

(ظہیر غازی پوری)

عکس در عکس بہت بھیڑ دکھائی دے گی　　کبھی دیکھو تو سہی اپنی نظر کے آگے

سخاوت شمیم اک اجنبی بھیڑ میں اپنے وجود کو گم ہوتا ہوا پاتے ہیں۔

اک اجنبی سی بھیڑ میں احساس یوں ہوا　　میرا وجود ہے بھی تو ہے کس حصار میں

(نور الحسن ہاشمی)

لیکے خوابوں کی رسد کوئی جہاز آتا ہے　　بھیڑ ورنہ لب ساحل کبھی ایسی تو نہ تھی

دریچہ کی جگہ کھڑکی کا استعمال بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ لغوی طور پر بھی اس کا استعمال ہو رہا ہے اور استعارہ کی صورت میں بھی۔

کھڑکی　　(رؤف خلش)

جذب اپنی روح میں کرتے رہے ہم بوند بوند　　کھڑکیوں سے کوئی بارش کا نظارہ کر گیا

(منظر ایوبی)

گل نہ کردے کہیں شمع احساس کو　　تیری آنکھوں کی یہ ادھ کھلی کھڑکیاں

(زبیر رضوی)

یہ کس نے تازہ ہواؤں کے پر کتر ڈالے
بڑے خلوص سے کھولی تھیں کھڑکیاں ہم نے

(پرکاش فکری)

ناخن لہولہان ہیں دیوار ہے کھردری　　ٹھنڈی ہوا ہے اس لیے کھڑکی نہ کھل سکی

(منیر نیازی)

تھکے لوگوں کو مجبوری میں چلتا دیکھ لیتا ہوں
میں بس کی کھڑکیوں سے یہ تماشا دیکھ لیتا ہوں

(بشیر بدر)

کسی نے رات حویلی کی کھڑکیاں کھولیں　　قدیم عہد کی کوئی کتاب جیسی تھی

(افتخار سعید)

ہوائیں ساتھ لائی ہیں ہزاروں خون کے چھینٹے
ذرا سی دیر کو چھوڑی تھی کل کھڑکی کھلی میں نے

در اور دروازہ کے ساتھ اب کواڑ کا لفظ بھی غزل میں داخل ہو گیا ہے۔

کواڑ (حسن رضا)

ہیں شب گزیدہ ہمیشہ کھلے کواڑ رکھو   کسی طرح تو دلیر پہ سحر کرتے

(منیر نیازی)

سفر میں ہے جو ازل سے یہ وہ ہوا ہی نہ ہو   کواڑ کھول کے دیکھو کہیں ہوا ہی نہ ہو

اسلاف لفظ کے لیے بھی نئی غزل والوں نے ہندی میں استعمال ہونے والے قدیم پرکھوں کا لفظ تلاش کر لیا ہے۔ اب یہ بے تکلف برتا جاتا ہے۔

پرکھوں (علی الدین نوید)

دلوں کے درمیاں نفرت کی ایسی کھائی تھی
ہزار عیب تھے پرکھوں میں یہ برائی نہ تھی

(بیکل اتساہی)

اب چندن کی میٹھی خوشبو اس کی سانسیں ہیں   اب اس کو پرکھوں کی بولی کڑوی لگتی ہے

(پروین شاکر)

وارثوں کا یہی مقدر ہے   اپنے پرکھوں کا بوجھ اٹھا لینا

پرکھوں کی امینوں پر ایقیں رکھنے والے کیا جانیں
جذبوں کی تاثیر جدا ہے لفظوں کی تاثیر جدا

لفظ حبس سے بھی چھٹکارا پانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ذیل کے اشعار اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

گھٹن (ساحر لدھیانوی)

بہت گھٹن ہے کوئی صورت بیاں نکلے   اگر صدا نہ اٹھے کم سے کم فغاں اٹھے

(علی احمد جلیلی)

ساری ہوا چمن کے امیں چھین لے گئے   جتنی گھٹن تھی میرے لیے چھوڑ دی گئی

(خورشید احمد جامی)

آج بھی سلسلہ دار و رسن کے آگے   وہ گھٹن ہے کہ تمناؤں کا دم گھٹتا ہے

(مظفر حنفی)

بلا سے گرد تغزل مری غزل میں نہیں   جدید لہجہ گھٹن کو تو صاف کرتا ہے

(خورشید افسر بسوانی)

ہمیں اٹھا کے حصار بدن سے لے کے چلے
بہت گھٹن ہے یہاں اس کفن سے لے کے چلے

(علقمہ شبلی)

ہے گھٹن ایسی کہ لینا سانس بھی دشوار ہے
بزم دل میں سر بزاتو روشنی ایسی نہ تھی

(خورشید افسر بسوانی)

ہمیں اٹھا کے حصار بدن سے لے چلیے
بہت گھٹن ہے یہاں اس گھٹن سے لے چلیے

قوس قزح کی جگہ عندلیب شادانی نے دھنک کو دی ہے۔

دھنک (عندلیب شادانی)

شفق دھنک مہتاب گھٹائیں تارے نغمے بجلی پھول
اس دامن میں کیا کیا کچھ ہے، وہ دامن ہاتھ آئے تو

(نشتر خانقاہی)

کیا خبر کیسے ابھرتی ہے شعاعوں کی دھنک
ہم نے رنگوں کو پس پردہ تصویر رکھا

(فاروق نازکی)

چاندنی اوڑھ لی ہے اب میں نے — یہ دھنک یہ سحاب میرے ہیں

غبار اور گرد کے بجائے بہت سے شاعروں نے دھول کا لفظ استعمال کیا ہے۔ پاکستان کے منیر نیازی اور پروین شاکر نے اپنے مطلعوں میں پھول کے ساتھ دھول کا قافیہ باندھا ہے۔

دھول (منیر نیازی)

کل دیکھا ایک آدمی اٹا سفر کی دھول میں
گم تھا اپنے آپ میں جیسے خوشبو پھول میں

(پروین شاکر)

رہ دشوار کی جو دھول نہیں ہو سکتے — ان کے ہاتھوں میں کبھی پھول نہیں ہو سکتے

دوسرے شاعروں کے یہاں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔

(علیم صبا نویدی)

راستے میں قربتوں کی دھول تھی — جانے کس رستے میں اپنا پن گیا

(کرشن موہن)

دھول آنکھوں میں پڑی ہو جیسے — ہر کوئی اور کوئی ہو جیسے

قتیل شفائی نے سواگت کو غزل کا ڈکشن بنایا۔

خوب بجاؤ ڈھول مجیرد یارو میرے جنازے پر
لوگ ہمیشہ سواگت کرتے آتے ہیں باراتوں کا

شکن کی جگہ سلوٹ کا استعمال بہت بھلا لگتا ہے۔

سلوٹ (پورن کمار ہوش)

بستر پہ کسی یاد کی سلوٹ سی پڑی ہے — پہلو جو بدلتا ہوں تو ہوتی ہے چبھن سی

سبزہ کی جگہ ہریالی کا استعمال پہلے نہیں ہوتا تھا اب ہوتا ہے۔

ہریالی (عزیز قیسی)

اب وہ عالم ہم پر نہیں آنے والا — سوکھا دشت بھی ہریالی لگتا ہے

درخت اور شجر فارسی الفاظ تو غزل میں بہت مستعمل رہے ہیں۔ نئی غزل میں اب انھوں نے پیڑ کی صورت اختیار کر لی ہے۔

منظر ایوبی نے تو درخت اور پیڑ کو یکجا کر دیا ہے۔

پیڑ (منظر ایوبی)

گھنے درخت ڈریں احتساب موسم سے
میں ایک سوکھا ہوا پیڑ کس شمار میں ہوں

(فاروق نازکی)

گلشن میں کئی پیڑ ابھی تک ہیں سلامت
اب کے ہوا کے ہاتھ میں خنجر نہیں آئے

(عنوان چشتی)

وہ پیڑ پیڑ نہیں جڑ سے جو اکھڑتے ہیں
گلاب رت میں بھی پتے ہوا سے مڑتے ہیں

(ڈاکٹر مغنی تبسم)

ایک اک پیڑ اکھڑتا دیکھا — زور جنگل میں ہوا کا دیکھا

(وزیر آغا)

تو سورج کی آنکھ سے جھانکے پل پل مجھ پر وار کرے
میں اک پیڑ کی گھائل چھایا میرا کس پر زور

(تسنیم فاروقی)

شام کے ساتھ وہ پھر لوٹ کے آئے گا ضرور
پیڑ سے دور کہیں پیڑ کا سایا جائے

وصال کی جگہ ملن کا استعمال پہلے برائے نام تھا۔ اب بے تکلف استعمال ہوتا ہے۔ شباب للت کہتے ہیں۔

حال مرے ملن میں بدن کا لباس تھا
ملنے چلا ہوں تجھ سے تو اب بے لباس ہوں
(شجاع خاور)

ملن کی رات وہ بولا کہاں ہے اب شجاع خاور
وہ استقلال، وہ ہمت وہ خود داری وہ پامردی

راسخ عرفان کو شاخ کی جگہ ٹہنی کا لفظ بہت بھاتا ہے۔

ٹہنی (راسخ عرفان)

ٹہنی سے گر کے پتیاں بکھریں گلاب کی
رخصت بدن سے ہو گئی خوشبو گلاب کی
(ارشد اقبال)

پھول ٹوٹا ہے ایک ٹہنی سے — سارا گلشن اداس لگتا ہے

شہزاد احمد نے زینہ پر سیڑھی کو ترجیح دی ہے:

لے چلیں آدمی کو کہاں سے کہاں — دل کے اندر اترتی ہوئی سیڑھیاں

عربی اور فارسی مرکبات کی جگہ ہندی مرکبات:

اردو غزل میں ہندی شبدوں کے برتنے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ فارسی اضافتوں

اور ترکیبوں سے بنائے ہوئے مرکبات کی جگہ ہندی کے مانوس اور خوشگوار مرکبات کو دی جائے جو عوامی بول چال کے قریب ہیں۔

ان مرکبات کی ایک فہرست یوں ترتیب دی جاسکتی ہے۔

شریکِ حیات۔ جیون ساتھی	صبیح چہرہ۔ سانولا مکھ	راہ حیات۔ جیون پتھ
ساغر چشم۔ نین کٹورے	ماہ پیکر۔ چندر بدن	موسم باراں۔ برکھارت
ہوائے سرد۔ شیتل پون	طائر امید۔ آس کا پنچھی	چرخ نیلی فام۔ نیل گگن
آتش فشاں۔ جوالا مکھی	موسم خزاں۔ پت جھڑ	صبح و شام۔ سانجھ سویرے
طائر فکر۔ سوچ کا پنچھی	امید و بیم۔ آشا نراشا	شبستاں۔ رین بسیرا
مرمریں پیکر۔ گورا بدن	بے شمار۔ ان گنت	برگ سبز۔ خشک پتے
شاخ در شاخ۔ ٹہنی ٹہنی	تاحیات۔ جیون بھر	نشان قدم۔ پدچنھ
شمع حیات۔ جیون جیوتی	شب وصال۔ ملن رات	کرب فرقت۔ برہ کا دکھ
قوس قزح۔ دھنک	عیش و غم۔ سکھ دکھ	

ان میں سے چند کی مثالیں درج کی جاتی ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اردو کے غزل گو شاعروں نے کس خوبی اور صفائی سے ان ہندی مرکبات کو اپنی غزل کا ڈکشن بنایا ہے۔

شریکِ حیات۔ جیون ساتھی (خلش صہبائی)

کل کا جیون ساتھی اپنا — آج ہوا اک بھولا سپنا

ماہ پیکر۔ چندر بدن (مشتاق جاوید)

ستھرے ہوئے تالاب میں اک پھول کنول کا
پانی میں اترتی ہوئی اک چندر بدن سی

ملیح چہرہ۔ سانولا مکھ (عزیز قیسی)

سانولے مکھ پر زلف بڑی ہے — دوشا میں ملنے کی گھڑی ہے

مرمریں پیکر۔ گورا بدن (حسن کلثوم)

برکھارت کی پھواروں میں یوں مہکے دھوتی ہر سو

گورے بدن سے نکلے جیسے بھینی بھینی خوشبو

ساغر چشم۔ نین کٹورے (زہرہ نگاہ)

ہم نے سمجھا تم نے جانا دل نے مچائے لاکھ تہلکے

لاکھ مٹایا لاکھ بھلایا نین کٹورے بھر بھر چھلکے

ہوائے سرد۔ شتیل پون (شکیل دسنوی)

وہ فضاؤں میں زلفوں کی سرمستیاں تیرے لہراتے بالوں کی شتیل پون

موسم باراں۔ برکھارت (شکیل دسنوی)

برکھارت میں لگتی ہے یوں بھیگی بھیگی جوانی

چھوڑ دیا ہو جیسے کسی نے انگاروں پر پانی

طائر امید۔ آس کا پنچھی (قتیل شفائی)

اڑتے اڑتے آس کا پنچھی دور افق پر بیٹھ گیا

روتے روتے بیٹھ گئی آواز کسی سودائی کی

آتش فشاں۔ جوالا مکھی (عقیل شاداب)

عقیل پھوٹنے والا ہے اک جوالا مکھی

مرے لبوں پہ رکھی ہے مرے کلام کی آگ

موسم خزاں۔ پت جھڑ (عبدالعزیز خالد)

مرغ صفیر زن کرے پت جھڑ میں بھی الاپ

آزاد گان کنج قفس بھی ہے آشیاں

(محسن جلگانوی)

یہ بات طے ہے کہ پت جھڑ میں ہے اجڑنا بھی

کہ ہے زمین سے اپنی انھیں اکھڑنا بھی

نشاں قدم۔ پد چنھ (ستیہ پال آنند)

اک چرواہی پگڈنڈی پر پد چنھ گنتی رہتی ہے

اس بستی کا رشتہ جب سے ہم بنجارے بھول گئے

طائر فکر۔ سوچ کا پنچھی (کرشن مراری)

ذہن کے آکاش کی یہ وسعتیں دور تک اک سوچ کا پنچھی اڑا

دست حنائی۔ رنگ بھرے ہاتھ (علی احمد جلیلی)

چھن کے آتی ہے دروازوں سے خاکی خوشبو

کس نے یہ رنگ بھرے ہاتھ سے دستک دی ہے

چرخ نیلگوں۔ نیل گگن (قتیل شفائی)

ڈوب گیا جب نیل گگن کی چھاؤں میں تیرا ابر وعدہ

مہک رہا تھا میرے دل میں تیرے غم کا چاند

صبح و شام۔ سانجھ سویرے (حبیب جالب)

تم سے سارا جگ اجیارا روشنی بستی بستی ہے

سانجھ سویرے ڈیرے ڈیرے جیوں جوت جگاتی ہو

(عرفانہ عزیز)

سانجھ سویرے نینوں میں لہرائے اسکا روپ

میرے سپنوں کا رکھوالا دور رہے یا پاس

(منظر عاشق ہرگانوی)

سانجھ سویرے لکھ لیتا ہے چہرے پر دنیا بھر کی

ناشدنی ۔ انہونی　　　　(پروین شاکر)

جنگلوں میں شام اتری خون میں ذات قدیم
دل نے اس کے بعد انہونی کا ڈر رکھا نہیں

(ظہور نظر)

ان ہونی کی چنتا، ہونے کا اثبات نظر
دونوں بیری ہیں جیون کے ہم سمجھائیں تمہیں

امید وہم ۔ آشا نراشا　　　　(حسن نعیم)

ہر نراشا ہے لیے ہاتھ میں آشا بندھن　　　　کون جنجال سے جیون کے نکل سکتا ہے

تاحیات ۔ جیون بھر　　　　(قیصر الجعفری)

ساون ایک مہینے قیصر آنسو جیون بھر
ان آنکھوں کے آگے بادل بے اوقات لگے

خواب آلود ۔ تداسی　　　　(مصطفیٰ زیدی)

تیرے لہجے کی کھنک تیری تداسی آنکھیں
جیسے اک فاقہ پہ اس دیس کی اس پار کی بات

شمع حیات ۔ جیوں جیوتی　　　　(میرا جی)

جیوں جیوتی جاگ رہی ہے چھوڑ بہانے چھوڑ بہانے
تن من دھن کی بسنت سجالے کیوں سپنوں کے تانے بانے

ہندی محاورے اور روز مرے:

ہندی کے مرکبات کے ساتھ ہندی محاورے اور روز مرے بھی بڑی تیزی کے ساتھ غزل کی بارگاہ میں بار پا رہے ہیں۔

روپ دھارنا　　　　(شکیل دستوی)

بیتی باتیں بچھڑی یادیں تنہائی کا دھاریں روپ
گھیریں دکھ کے کالے ساگر بھیگی بھیگی راتوں میں

ارپن کرنا　　　　(شاہد جمیل)

دل تو کیا جان بھی دیدوں تجھ کو
اور اب کیا ہے جو ارپن کردوں

بھوگ لگانا　　　　(آشفتہ چنگیزی)

بھوگ لگائے یگ بیتیا　　　　کوئی پروسے آکر تھال

بدھائی دینا　　　　(منور رانا)

بس کسی بات کے احساس نے روکا ورنہ
ہم بھی اوروں کی طرح تجھ کو بدھائی دیتے

گہن لگنا　　　　(قتیل شفائی)

کیوں گہن لگ رہا ہے دھرتی کو　　　　چاند تو آسمان سے نکلا

جوگ لینا　　　　(نور بجنوری)

ہم جوگ لے کے اور بھی برباد ہوگئے
آتی ہیں اپسرائیں بھی چھونے کو اب بدن

شگن دیکھنا　　　　(آشفتہ چنگیزی)

شگن دیکھیں اب کے نکلتا ہے کیا　　　　وہ پھر خواب میں بڑبڑانے لگے

انکر پھوٹنا　　　　(رفعت سروش)

جب میں غزلیں لکھتا ہوں تو کچھ ایسا لگتا ہے
دھرتی کے سینے سے انکر پھوٹ رہا ہو جیسے

آرتی اتارنا (عنوان چشتی)

عجیب شخص ہے کیا زندگی گزارتا ہے
وہ دشمنوں کی بھی اب آرتی اتارتا ہے

جوت جگانا (حبیب جالب)

تم سے سارا جگ اجیارا روشن بستی بستی ہے
سانجھ سویرے ڈیرے ڈیرے جیون جوت جگاتی ہو

سوکھا پڑنا (شجاع خاور)

اظہار پہ قدرت ہے تو مل جائیگا موضوع
سوکھا نہیں پڑتا ہے تو برسات پہ رونا

سرسوں پھولنا (کرشن کمار)

جب سے تیرا درد ملا ہے رنگ برنگی ہے یہ دھرتی
اس چہرے پر سرسوں پھولی ہر آنچل پیلا پیلا ہے

سوانگ رچانا (مغنی تبسم)

دل سے جاتی نہیں ٹھہرے ہوئے قدموں کی صدا
آنکھ سے سوانگ رچا رکھا ہے بینائی کا

مان ہونا (خلش صہبائی)

مجھ کو دل پر مان تھا جیون ساتھی جان تھا
ایک نظر نے یہ سمجھایا ہے پرایا مال

چھاونی چھانا (کرشن کمار)

کچھ ایسی یاد کے بادل نے چھاونی چھائی
کہ ایک چاند سا دل رات بھر بجھا نہ جلا

نیو ڈالنا (منظر عاشق ہرگانوی)

ننھے بچوں نے نیو ڈالی ہے
اب کھنچے گی بڑی بڑی دیوار

نیو دھرنا (ناصر شہزاد)

بلڈنگ اب تعمیر تو ہوگی
نیو لگن کی اس نے دھر دی

بانک لگانا (کنور سین حسرت)

سچ کی بانک لگا کر دیکھا
سارا عالم ہی بہرا ہے

مان بڑھانا (قتیل شفائی)

مان بڑھایا جس نے میری جھومتی جاگتی راتوں کا
جیسے ہمیشہ البیلا پن اس دیوی کی باتوں کا

جاپ کرنا (ناصر شہزاد)

جنگلوں میں کریں جاپ جوگی
منگلوں میں بجے ڈھول تاشا

چھب دکھلانا (صابر عظیم آبادی)

اپنی چھب دکھلا کے اس نے عمر بھر
زندگی کی قید میں رکھا مجھے

بھاگ جاگنا (شاہد اختر)

آسمان پر چاند تارے جاگتے ہیں
دیکھئے کب بھاگ اپنے جاگتے ہیں

ہندی کے مانوس الفاظ غزل کے ڈکشن میں۔

ہندی شبدوں کو اپنانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ہندی کے ایسے الفاظ جو ہماری بول چال اور ہماری جانکاری میں ہیں لیکن اب تک انہیں غزل میں شعوری طور پر داخلہ نہیں ملا تھا۔ اب بے تکلف برتے جا رہے ہیں۔ ان کی چند مثالیں درج ذیل کی جاتی ہیں۔

رتجگہ (مظہر امام)

وہ اب بھی چین سے آرام ہی کی نیند سوتا ہے
وہ میرے رتجگوں کے پاس آکر بھی نہیں بدلا

(فارغ بخاری)

نہ کوئی خواب نہ آہٹ نہ جھجکنے کا سماں
یہ کس نے کھول دی ہیں آنکھوں میں رتجگوں کی دکان

(عبدالقوی ضیا)

وہ غم جو آنکھ میں آتے ہیں آنسوؤں کی طرح
ہم ان کا جشن مناتے ہیں رتجگوں کی طرح

(شکیل مظہری)

ان کی مہتاب یاد میں الجھے — رتجگے تھے مگر سنہرے تھے

(حسن عباس رضا)

کس نے آنکھیں چرالیں مری رات سے — کس نے آنکھوں میں اک رتجگا رکھ دیا

(قتیل شفائی)

کوکھ

جب بھی کہیں بے مقصد کا بگل بجا — کوکھ جلی ماؤں نے سینے پیٹ لیے

(حصیر نوری)

بنجر

مجھے تمام زمینیں پکارتی ہیں حصیر — میں بنجروں کو بھی آبحیات دیتا ہوں

(بیکل اتساہی)

بیوہ

پیڑ بیوہ ہوگئے ہیں پتیاں سب اڑ گئیں
مسکراتے موسموں کی دھجیاں سب اڑ گئیں

(ظفر گورکھپوری)

ہماری زندگی بیوہ دلھن بھیگی ہوئی لکڑی
جلیں گے چپکے سب دھواں کوئی نہیں دے گا

(منور رانا)

ابھی موجود ہے اس گاؤں میں بیوہ کی خودداری
ابھی بیوہ کی جرأت سے مہاجن ہار جاتا ہے

بیوگی

(علیم صبا نویدی)

موسموں کی بیوگی کو ہم نے دی دوشیزگی — آپ لیکن باغ کو بس خوشنما کہتے رہے

مورکھ

(میراجی)

جھوٹ موٹ بھی ہونٹ کھلے تو دل نے جانا امرت پایا
اک اک میٹھے بول پہ مورکھ دو دو ہاتھ اچھل جائے

بانجھ

(ستیہ پرشاد دگل)

ہوئی یہ بانجھ ذہنوں پر اکارت — غزل میں گو بہت باریکیاں تھیں

(مظفر حنفی)

سوکھا بانجھ مہینا مولا پانی دے — ساون بیتے سینا مولا پانی دے

(علی سردار جعفری)

رام و گوتم کی زمیں حرمت انساں کی زمیں — بانجھ ہوجائے گی کیا خون کی برسات کے بعد

بیراگی

(مضطر مجاز)

رکھتے ہیں جھولی اک مدت سے خالی ہم بیراگی
رنگ روپ کے اے دھنوانو کچھ تو خیر خیرات کرو

(کرشن موہن)

بہکائے بیراگی کو بھی — تیرا جوبن چنچل چھیلا

سہاگ

(مصطفی زیدی)

یہ گیت سربگریباں ہیں تیرے جانے سے
یہ نوعروس ستارے بڑھا رہے ہیں سہاگ

سہاگن (بشیر بدر)

جس بادل کی آس میں جوڑے کھول لیے سہاگن نے
وہ پربت سے ٹکرا کر برس چکا صحراؤں میں

لاوا (اکبر جے پوری)

اک ابلتا ہوا لاوا ہے مرے سینے میں
میری ہر سانس میں اک شعلہ جوالہ ہے

بندھن (شگفتہ طلعت سیما)

شعر میں ندرت کی خاطر تم نے سیما
لفظ و معنی کا نہیں رکھا ہے بندھن

(شاہد جمیل)

نہ کوئی ڈور نہ بندھن نہ راستہ نہ غبار
یہی کہ اس کے مرے بیچ فاصلہ ہی نہیں

گگن (علی الدین نوید)

سورج نہیں حسین ہیں سجدے میں وقت شام
ہے کربلا میں خون یہ جو گگن کا رنگ

تیاگ (رفعت سروش)

وہ ننھی سی خواہش اب بھی دل کو جلائے رکھتی ہے
جس کے تیاگ کی خاطر میں نے کتنے ہی بن باس لیے

(حامد کاشمیری)

یہ کون کہتا ہے وہ معرض ہوا میں ہے
بدن کو تیاگ کے موج ہوا میں ڈھلتا ہے

کایا (رام پرکاش راہی)

اندر اگنی باہر اگنی لو سے لو کی بھیڑ ہوئی
مٹی بھر کایا کا پنجرا سلگ سلگ کر ڈھیر ہوا

باسی (صلاح الدین محمود)

میں گھرے پانی کا باسی
مجھ میں اک محراب کی چادر

کٹیا (حبیب جالب)

دل ہے اب پہلو میں یوں سمٹا ہوا
جیسے کٹیا میں دیا جلتا ہوا

لوری (نذیر فتح پوری)

نذیر نیند سلادے گی لوریاں دے کر
نظر میں خواب کا بستر رہے رہے نہ رہے

دیپ (محمد علی اثر)

دم خم ہے آندھی میں کتنا
آؤ دیپ جلا کر دیکھیں

پروائی (عقیل نعمانی)

کوئی میری طرح جاگ کر دیکھ لے
اب بھی چلتی ہیں پروائیاں رات میں

(افضل کرتپوری)

پھر ہرے ہو جائیں گے بھولی ہوئی یادوں کے غم
کوئی جھونکا سرد پروائی کا جس دم آئے گا

کتھا (شمیم فاروقی)

شمیم حال کا انسان بھی ہے خوفزدہ
بہت رلائے گی ماتھے کی وہ کتھا نہ کہو

(عتیق احمد عتیق)

مری کتھا جو گئی تا دیار شیشہ و سنگ
لہو لہان دلوں کی حکایتیں بھی گئیں

مانجھی (اختر بستوی)

سارے مانجھی گھر کو لوٹے اختر ہو گئی شام
لیجا کر اب تم بھی باندھو کسی کنارے ناؤ

بیساکھی (محسن جلگانوی)

پاؤں تھے اس کے کٹے ہاتھوں میں تھیں بیساکھیاں
آستیں میں اس کی اب کی بار خنجر بھی نہ تھا

(محبوب راہی)

راہی حاجت پیش نہ آئے مجھے کسی بیساکھی کی
میرے شعروں نے اپنے پیروں پر چلنا سکھائے

(رؤف خیر)

اگر یہ سچ ہے کہ سچائیاں نہیں ملتیں
مری دکان پہ بیساکھیاں نہیں ملتیں

دیوتا

(احمد فراز)

فراز آج شکستہ پڑا ہوں بت کی طرح
میں دیوتا تھا کبھی ایک دیوداسی کا

(مظفر مجاز)

قدم قدم پہ رہے لوگ دیوتا کی طرح
اور ایک ہم ہیں اکیلے رہے خدا کی طرح

پرماتما

(ساحر شیوی)

پرماتما کہو کہ اسے تم خدا کہو
آنکھوں میں رقص کرتی ہے ساحر اسی کی ذات

ساگر

(مصطفیٰ زیدی)

ذہن کی لو سے الجھتا رہا تیرا کھرا
دل کے ساگر سے الجھتے رہے اندھے جذبات

بلوائی

(عنوان چشتی)

اسے اعزاز دینا چاہتا ہوں
سپاہی ہو کے بلوائی نہیں ہے

(محسن جلگانوی)

سب مال و زر فساد میں بلوائی لے گئے
اک سر بچا تھا وہ بھی مرے بھائی لے گئے

گھروندا

(ساغر اعظمی)

شیش محلوں پہ جو پتھراؤ کیا کرتا ہے
اس نے بچپن میں گھروندے بھی بنائے ہوں گے

(اثر غوری)

سب گھروندے تھے ریت کے دیکھو
اس گلی میں مکاں تھے ہی نہیں

(ساحر ہوشیارپوری)

ٹوٹ جائے گا یہ احساس کی اک ٹھوکر سے
کچی مٹی کا گھروندا ہے تمنا کیا ہے

(ناصر زیدی)

سب گھروندے نذر آب و گل ہوئے
کچھ ملا تو ابر گوہر بار سے

(آشفتہ چنگیزی)

گھروندے خوابوں کے سورج کے ساتھ رکھ لیتے
پروں میں دھوپ کے اک کالی رات رکھ لیتے

مکھڑا

(بشیر بدر)

ترا لہجہ چمکتا ہے ترا مکھڑا دمکتا ہے
کبھی باد خزانی میں کبھی باد بہاری میں

(شکیل دسنوی)

چاند سا مکھڑا روپ سنہرا جسم لچکتی ڈالی ہے
اک ان دیکھا سپنا داتا کا اپہار لگے

دھرتی

(انیس دہلوی)

اکھڑے پیڑوں کو کوئی دھرتی نہیں کرتی قبول
ہجرتوں کے نام پر اب اپنا گھر مت چھوڑنا

بھور

(مغنی تبسم)

جب بھور بھئے کوئل کی صدا کانوں میں پڑی
کیوں میرے دل میں درد اٹھا معلوم نہیں

(امین صدیقی)

شیش محل کے خراٹوں سے
لوٹ بھی آؤ ہو گئی بھور

(اشک)

رات پھر چپ چاپ امبر کی نسیں کھنچتی رہیں
بھور ہونے تک ستاروں کا بدن چلتا رہا

(ذوقی مظفر نگری)

گھات

زر کی منڈی میں ہے مفلس کی انا کا نیلام
خیر کی گھات میں ہے بانی شر کی آواز

(ساغر جیدی)

کونپل

آگ مجھے ہو جس کو تم ساغر
وہ تو پیپل کی لال کونپل ہے

(والی آسی)

رت

بہاریں اب یہاں آئیں گی بس کاغذ کے پھولوں کی
نہ بادل گھر کے آئیں گے نہ رت بدلے گی پھولوں کی

(نور جہاں نور)

سندیسہ

دوش ہوا پہ آیا سندیسہ وطن سے یہ
گھر گھر جلتے خون کا دریا گزر گیا

(اثر غوری)

باس

مجھے اگلی صدی خود ڈھونڈے گی
مرے افکار کی بوباس رکھ دو

(وزیر آغا)

کس نے گھر کے دروازے کو پار کیا
ایک بھینی باس نگر میں عام ہوئی

(ناصر کاظمی)

سوکھے پتوں کو دیکھ کر ناصر
یاد آتی ہے کل کی باس ہمیں

(اکبر کاظمی)

چمن چمن مری بوباس کا اسیر ہوا
گلی گلی میں مرا رنگ و نور پاؤ گے

(شجاع خاور)

موسم بدلا تو یاد آئی
دھرتی کی بادل کو باس

(ظہور نظر)

بیری

انسوئی کی چتا ہونے کا اثبات نظر
دونوں بیری ہیں جیوں کے ہم سمجھائیں تمہیں

(رؤف خیر)

اوتار

پوجے نہ جاؤ گے کسی اوتار کی طرح
بہتر بھی ہے جی لو گنہگار کی طرح

(محسن جلگانوی)

آدمی ہوں مجھ کو مت اوتار کہہ
اک نزاعی مسئلہ بن جاؤں گا

(حبیب جالب)

نمسکار

اس نے جب ہنس کے نمسکار کیا
مجھ کو انسان سے اوتار کیا

(عقیل نعمانی)

سندرتا

جھوٹ کو سچ کر دیتے ہیں
کتنی سندرتا سے لوگ

(پریم بھنڈاری)

پوتھی

تیرے جیون کی پوتھی سے
چھوٹ گیا کیوں میرا نام

(آشفتہ چنگیزی)

یگ

بھوگ لگائے یگ بیتا
کوئی پروسے آ کر تھال

(عبدالاحد ساز)

جن کی آنکھیں بیتی صدیاں آنے والے یگ روشن
پھرتے ہیں گمنام نگر میں دیوانے مستانے لوگ

(علیم صبا نویدی)

میں آئندہ یگوں کی روشنی ہوں
کسی نے مجھ کو پہچانا نہیں ہے

(شیر افضل جعفری)

کلجگ

کلجگ ہے اور دکھڑوں کی برسات لگی ہے
نوح کی کشتی میرے گھر کے ساتھ لگی ہے

مدھر (جاں نثار اختر)

دم سادھ لیا کرتے ہیں تاروں کے مدھر راگ
جب رات گئے تیرا بدن بات کرے ہے

سنگم (محبوب خزاں)

شمار ہی ہے دھنک زندگی کے سنگم پر — پرانے رنگ نئی روشنی سے تے ہیں

درپن (رحمن جامی)

مجھ کو بھلا کے دیکھنا تم سے جو ہو سکے
جب جب بھی اپنی یادوں کے درپن میں دیکھنا

(علیم صبا نویدی)

چاندنی راتوں کی مستی میں صبا — جھیل پر بہتا ہوا درپن گیا

رتھ (آشفتہ چنگیزی)

دھوپ کے رتھ پہ ہفت افلاک — چوباروں کی سر پر خاک

نگر (جوہر نپوری)

ساتھ اگر تم بھی رہو تو ہر نگر اچھا لگے — جس نگر سے ہو کے گزریں وہ نگر اچھا لگے

(وزیر آغا)

آہستہ بات کر کہ ہوا تیز ہے بہت — ایسا نہ ہو کہ سارا نگر بولنے لگے

(سراج منیر)

بس ایک باد جنوں خیز کی ہوا کے سوا — نگر میں کچھ نہیں باقی رہا صدا کے سوا

(یوسف جمال)

نگر ہے یہ پھولوں کا تو پھر یہاں پر — چٹانیں اگانے کی کوشش ہے کیسی

نگری (شہزاد احمد)

کیا اجڑ جائے گی نگری ساری — پھر کہیں دیپ جلے گا کہ نہیں

زائچہ (علیم صبا نویدی)

اپنے ذہنی ارتقا کا زائچہ لکھے گا کون — معتبر ہیں ہم مگر یہ دور ہے استاد کا

پرچھتے (شکیل دسنوی)

میرا پرچھتے جلتے آنسو تیرے پرچھتا کی مسکان
میری کہانی اور ہی کچھ ہے تو اس کا عنوان نہ بن

کہرام (مصحف اقبال توصیفی)

تجھ سے ملیں تو روح کا کہرام بھول جائیں — کھل جائیں پانیوں میں جزیروں کی کھڑکیاں

کہانی (بیکل اتساہی)

قافلے میں جو دعا گو تھے مری رفتار پر — جانے وہ کیسے جنوں کی کہانیوں میں رہ گئے

(علی الدین نوید)

دلوں کے درمیاں نفرت کی ایسی کہانی نہ تھی
ہزار عیب تھے پرکھوں میں یہ برائی نہ تھی

(راشد انور راشد)

اب غلط فہمی کی کہانی اور گہری ہو گئی — تم انا اوڑھے ہوئے ناچیز بھی مجبور ہے

پرچھائیں (ممتاز راشد)

کب تک پھرے گا شہر میں پرچھائیوں کے ساتھ
سورج کو اس گلی میں نکلتے ہوئے بھی دیکھ

گجردم (رؤف خیر)

گل وہ ہنر چراغ گجردم تو ہو گیا — تحسین ناشناس کی کالک ہی رہ گئی

گجر (راغ اقبال)

سماں طلوع سحر کا قریب ہے شاید — ضمیر دینے لگا ہے صدا گجر کی طرح

بجیتر (عبدالاحد ساز)

ہر موڑ پہ بچتا کتراتا صدیوں سے میرا بجیتر مجھ سے
میں جنگل چھوڑ نگر آیا یہ چھوڑ کر بن جائے بے

کتھا (سلیم انصاری)

برہنہ ہوگئے کردار سارے
کہ آپس میں کتھائیں لڑ رہی ہیں

(شمیم فاروقی)

شمیم حال کا انسان بھی ہے خوفزدہ
بہت رلائے گی ماتھے کی وہ کتھا نہ کہو

سیندور (رفیعہ شبنم عابدی)

کل بزرگوں کی حویلی کا بھی نیلام ہوا
لگتی ہے یہ میرے سیندور کی قیمت کیسی

(علیم صبا نویدی)

سر سبز امیدوں کا اجڑتا ہے جو سیندور
سپنوں کی قطار آپ ہی جاتی ہے ٹھہر کیوں

دکھڑا (من موہن تلخ)

سب کو حیرت ہے کہ ہم زندہ ہیں اب تک کیسے
تلخ لہجے میں یہ دکھڑا بھی سنا آتے ہیں

داتا (ناصر کاظمی)

داتا کی نگری میں ناصر
میں جاگوں داتا جاگے

گیان (مجید امجد)

ہے یہ سر پر جو گیان کی گٹھری
کھول کر بھی اسے کبھی دیکھا

سادھو۔ جوگی (شہزاد احمد)

بن گیا ہوں آپ اپنی ذات کی پرچھائیں میں
پھونک ڈالے گا کوئی جوگی کوئی سادھو مجھے

مرگھٹ (عقیل نعمانی)

دل کئی سال سے مرگھٹ کی طرح سونا ہے
ہم کئی سال سے روشن ہیں چتاؤں کی طرح

(عزیز قیسی)

ہر شام جلتے جسموں کا گاڑھا دھواں ہے شہر
مرگھٹ کہاں ہے کوئی بتاؤ کہاں ہے شہر

(علی الدین نوید)

جیسے رات کے سناٹے میں مرگھٹ کی یہ خاموشی
برسوں سے آسیب زدہ ہے میرے من کا آنگن

شمشان (فراز حامدی)

بدا کرو اس دیش سے اب تو اتیاچار
شمشانوں تک آگئی ابلاؤں کی بھیڑ

اردو غزل میں ہندی لفظوں کا اضافہ

ہندی سے اردو غزل کا رشتہ جوڑنے والے شاعروں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو ہندی کے اجنبی اور سنسکرت کے غیر مانوس الفاظ کو بھی اردو غزل کی لغت بنا رہے ہیں۔ یہ تجربہ اردو غزل میں شعوری طور پر کیا جارہا ہے۔ ان کا استعمال یوں ہو رہا ہے۔

شوبھا (بیکل اتساہی)

شوبھا مرے بدن کی یہی چیتھڑے تو ہیں
پیروں کے نیچے برف ہے سر پہ الاؤ ہے

اتیاچار (فراز حامدی)

بدا کرو اس دیش سے اب تو اتیاچار
شمشانوں تک آگئی ابلاؤں کی بھیڑ

پون (ناصر کاظمی)

پھر ساون رت کی پون چلی تم یاد آئے
پھر پتوں کی پازیب بجی تم یاد آئے

(کمار)

آسن

اونچے آسن بیٹھنے والا اونچی بدوی پاتا ہے
گرنے والوں کو پگلے کون اٹھاتا ہے اس مندر میں

(شکیل دسنوی)

پریچھے

میرا پریچھے جلتے آنسو تیری پرچھیکا کی مسکان
میری سچائی اور ہی کچھ ہے تو اس کا عنوان

(نذیر بنارسی)

برہا

کسی آواز آتی ہے لہروں کا سینا چیر کر — کیا وہاں کوئی ندی کے پار برہا گائے ہے

(رام پرکاش راہی)

اگنی

اندر اگنی باہر اگنی پھر سے لوکی بھیڑ ہوئی — مٹی بھر کایا کا ہجرا سنگ سنگ کر ڈھیر ہوا

(عنبر بہرائچی)

پھاگن

گہرے بانی کی چادر میں کیا کیا بل آئے پھاگن میں
سرگوشی نے ہر پیکر میں خنجر لہرائے پھاگن میں

(اثر فیض آبادی)

چتا

مڑ کر دیکھا بھیڑ لگی تھی گھاٹ پہ رونے والوں کی
میں تو اپنی چتا جلا کر تنہا رونے نکلا تھا

(ستیہ پال آنند)

ڈولی اٹھی یا چتا میں بیٹھی سب تھا ایک سمان اسے
یاد رہیں وہ روتی آنکھیں چہرے سارے بھول گئے

(خورشید احمد جامی)

تعبیر کی چتا میں کئی خواب جل گئے — اب آرزوئے حسن کربدحواس ہے

(مضطر مجاز)

عقیدے سطح یقیں وقت کے الاؤ میں — سلگ رہے ہیں گنہگار کی چتا کی طرح

(سراج منیر)

میرے ہی ہونٹوں سے لگا ہے نیلے زہر کا پیالا
میں ہی وہ ہوں جس کی چتا سے گھر گھر ہوا اجالا

(محسن جلگانوی)

دست دراز کاٹ گیا شاخ سبز جاں — چندن بدن درخت چتائیں جلا گیا

(مظہر امام)

ارتھی

دلھن کی شکل بجو رات کی تھی — ارتھی وہ کسی برات کی تھی

(محسن جلگانوی)

ارتھی میں تو چلا گیا گھر سے تو شام ہی — سایا ہے کیسا سر پہ تیرے ڈولتا ہوا

(اخلاق ساگری)

جس میں مہاجن کے قرضے کی دلھن بیٹھی ہو
اس ڈولی پر تو ارتھی کا دھوکا لگتا ہے

انتریامی۔ انترگیانی

(صبا اختر)

انتریامی کے درشن کو انترگیانی جانے
صبا جی بن باس سے کوئی رام نہیں بن جائے

جپ سمرن

(جاوید وشنست)

عشق کرتا ہے فراموش کہیں دل کی لگی — تو ہی تو ہے مرے انفاس کی جپ سمرن میں

دیرتھ

(ساغر پالپوری)

روح بیکل رہی شانتی کے لیے — دیرتھ و بیدوں کے کتنے حوالے گئے

آشنکا (ساغر مہدی)

آشنکا کا بوجھ سے سر پر کیسے منزل پائے گا
جیوں ہے اک بوڑھا راہی تیز چلا گر جائے گا

دستار (صادق)

میں نے دستار ہواؤں کا دیا تھا جن کو — بن کے دیوار مقابل وہ کھڑا ہے دیکھو

سوئیکار (آشفتہ چنگریزی)

روپ سروپ کا بھاؤ، بڑھا کیا دل کا کاروبار کریں
جھولی میں کچھ پیار وفا ہے چاہیں تو سوئیکار کریں

کیسر (شباب للت)

جو سورج کھلی آنکھ سے دیکھ لے — ترا روپ کیسر کی کیاری لگے

یوگ۔ شرنگار۔ نیرج (کرشن موہن)

یوگ ہی سنسار کا شرنگار ہے — روپ ہے تالاب کا نیرج کی دین

سمیل (عنبر بہرائچی)

خوب مگن ہے شہد کی مکھی سمیل پھولوں کا رس پی کر
ہر شے کی شریانوں میں ہوا لہرائے پھاگن میں

دکشنا (شکیل دسنوی)

اس دھن میں کچھ کمی نہ ہوگی دان دیا سے بڑھتا جائے
روپ کے مالک دکشنا دے کر تھوڑا سا اپکار کریں

بیرن (ظہور نظر)

اڑتے پنچھی ڈھلتے سائے جاتے پل اور ہم
بیرن شام کا دامن تھامے روز بلائیں تمہیں

آدرش (مصطفیٰ زیدی)

میرے آدرش میں سوتے رہے یونان کے بت
روپ دے سکتی تھیں تم ان کو جگا سکتی تھیں

شاپ (شہناز ندیم)

بچھڑا ہر ایک شخص بھرے خاندان کا — مجھ کو یہ شاپ لگ گیا کس کی زبان کا

(مظفر حنفی)

پگڈنڈیاں ببول کی پیڑوں سے جا ملیں — چھالوں کو یہ مذاق بری طرح کھل گیا

اپسرا (نور بجنوری)

ہم جوگ لے کے اور بھی برباد ہو گئے — آتی ہیں اپسرائیں بھی چھونے کو اب بدن

بور (نثار جےپوری)

بات کیا ہے کوچ کرتے پنچھیو — اب نہ آئیں گے شجر پر بور کیا

اشلیل۔ یودن (اروِن کمار ہوش)

یہ لوک گیت یہ اشلیل رس بھرا یودن — ہر ایک تان جو اٹھتی ہے چھیڑتی ہے اسے

گپھا (زبیر رضوی)

سارا منظر ہے اجنتا کی گپھاؤں کی طرح — لڑکیاں شہر کی پھرتی ہیں گھٹاؤں کی طرح

(رفعت سروش)

اب تیشۂ جنوں ہی برآمد کرے مجھے — صدیوں سے دفن ہوں میں خرد کی گپھاؤں میں

(محسن جلگانوی)

گپھاؤں میں چھپا صدیوں سے گونگا مقبرہ ہوں میں
کہ مجھ سے بولنے کوئی کبوتر تک نہیں آتا

(اثر غوری)

میں کوئی گیند نہیں ہوں نہ یوں اچھال مجھے — کسی بند گپھا سے ذرا نکال مجھے

(اثر فیض آبادی)

پابہ زنجیر ہیں سب ہاتھ بندھے ہیں سب کے   کوئی اب اندھی گپھاؤں سے نکالے مجھ کو

(مظفر حنفی)

اندھیری گپھا میں لٹا دیجئے   مجھے ڈس گئی ہے مری روشنی

دوش   (جمیل الدین عالی)

کہتا ہے تمہارا دوش نہ تھا   کچھ تم کو بھی اپنا ہوش نہ تھا

(علیم صبا نویدی)

عجب شخص ہوں پیتا لہو ہوں شبنم کا
اس میں کیا دوش ہے گھبرائے ہوئے چہروں کا

انکت۔ پیڑا   (گرشن موہن)

کاش کہ میرے شعروں میں   میری پیڑا انکت ہو

دوج   (مظفر حنفی)

سیب جنگل میں رات کا دم نکل رہا ہے   کہ دوج کا چاند مرے ساتھ چل رہا ہے

شیتل   (کرشن مراری)

وہ فضاؤں میں نغموں کی سرمستیاں   تیرے لہراتے بالوں کی شیتل پون

(کاوش بدری)

شیتل پون کے پنکھ لگے ہیں نگاہ کو   آوارگی پسند ہے مجھ بے پناہ کو

(رؤف خلش)

سوکھی ریت پہ جانے کب سے پیاس کے مارے بیٹھے تھے
پھوٹ پھوٹ کر جہاں سے نکلا شیتل جل کا دھارا رے

وایو   (کرشن مراری)

من بہلاؤں ہر پراتی کا   میں جھونکا وایو کا ہوں

تٹ   (راج نرائن راز)

کس کی کشتی غرق ہوئی کون ہوا آنکھوں سے اوجھل
جیوں تٹ گم صم چپ چپ دریا کے سینے میں ہلچل

(مضطر مجاز)

کیسی یہ روک ٹوک ہے گوکل کے واسیو
رادھا کہیں بھی جائے پہ جمنا کے تٹ نہ جائے

آرتی   (عنوان چشتی)

عجیب شخص ہے کیا زندگی گزارتا ہے
وہ دشمنوں کی بھی اب آرتی اتارتا ہے

ویوہار   (امین صدیقی)

سب کو چھوڑ کے جانا ہوگا اس جگ سے ویوہار غلط
اس کی راحت میں کٹھنائی اس دنیا سے پیار غلط

نکٹ   (ساغر کرناٹکی)

سکھ کا سپنا سوچ لو ہوتا ہے مغرور   اور نکٹ آئے کھو وہ جا بیٹھے گا دور

نرمل   (ظہور نظر)

دور گگن پر بسنے والے نرمل کومل چاند   بیکل من کہتا ہے آؤ ہاتھ لگائیں تمہیں

سواگت   (فراز حامدی)

سواگت کر کے تھک گئی اپہاروں کی بھیڑ   چہرے پہ چھانے لگتی ہے چنتاؤں کی بھیڑ

(قتیل شفائی)

خوب بجاؤ ڈھول مجیرد یارو میرے جنازے پر
لوگ ہمیشہ سواگت کرتے آئے ہیں باراتوں کا

سنگھرش (رفعت سروش)

چھوڑ کے سنگھرشوں کے جھنجھٹ توڑ کے آشا کے سپنے
گوتم برگد کے سایے میں بیٹھا ہے سنیاس لیے

پریکشا (مضطر مجاز)

اک پریکشا اور بھی مضطر سہی
زندگانی کی پریکشاؤں کے بیچ

منش (امین صدیقی)

کلجگ میں بھونچال بہت ہے
آج منش پامال بہت ہے

چِتا (امین صدیقی)

انسوئی کی چتا ہونے کا اثبات نظر
دونوں بیری جیوں کے ہم بجھائیں تمسیں

(عقیل نعمانی)

اندھے موسم گرم ہوا کو چتا کیا
ماٹی روئے یا اتم ہچکی لے پھول

پرانی (کرشن مراری)

من بہلاؤں ہر پرانی کا
میں جھونکا وایو کا ہوں

دھنش (کرشن موہن)

امبر تلاش کرتا پھرے ہے دھنش کے رنگ
دھرتی کی باس پھیل گئی فاختاؤں میں

درشنی موہ (ظفر اقبال)

کس نے پیشانی خاک کو زرد پتوں کے جھومر دیے
کس کی درشنی موہ سے خشک جنگل ہرے ہوگئے

اپکار (شکیل دسنوی)

اس دھن میں کچھ کمی نہ ہوگی دان دیا سے بڑھتا جائے
روپ کے مالک دکشنا دے کر تھوڑا سا اپکار کریں

نیر (شان الحق حقی)

حسن نظر نواز کو شاید خبر نہ ہو
گھونگھٹ میں کیسے نیر بہاتی ہیں گوریاں

اماوس (جاوید وشسٹ)

گیسوؤں کی جھرمٹ میں اک حسین چہرا ہے
رات ہے اماوس کی اور چاند نکلا ہے

(آزاد گلاٹی)

ماضی کی تاریک فضا میں تیری یاد کے جلتے دیپ
کیسی اماوس رات میں گویا جگمگ جگمگ تارے ہیں

(خالد اقبال یاسر)

سفر میں بھی پچھلے پڑاؤ کے ایام بھولے نہیں
اماوس کی راتیں وہ معصوم گھاتیں وہیں رہ گئیں

دشا (پوران کمار اشک)

میں ایک پیڑ ہوں چندن کا مت جلا مجھ کو
سبھی دشاؤں میں خوشبو بکھیر جاؤں گا

(علی احمد جلیلی)

میں کھول رہا ہوں نئے معنی کی دشائیں
برتے ہوئے الفاظ مرے پاس نہ آئیں

(علیم صبا نویدی)

میں ہوں تاریک دشاؤں کا سپاہی لیکن
ہے وہاں نور جہاں زاویے پھیلے میرے

(کمار پاشی)

دشائیں چھوڑ رہی ہیں آج مجھ سے
نکل کر خود سے باہر آگیا تھا

اتم (عقیل نعمانی)

اندھے موسم کی گرم ہوا کو چتا کیا
ماٹی ڈوبے یا اتم ہچکی لے پھول

وستار (صادق)

میں نے وستار ہواؤں کو دیا تھا جس کو
بن کے دیوار مقابل وہ کھڑا ہے دیکھو

سادھنا (کرشن مراری)

سادھنا کے روپ میں تھی واسنا　　جوگ میں بھی من نہ جوگی بن سکا

وشواس (اثر غوری)

کوئی نعرہ اٹھے گا پھر نہ دل سے　　ہمارے بیچ اک وشواس رکھ دو

(شمس فریدی)

کوئی وشواس کرے گا میں بتاؤں تجھ کو　　میرا میں ہو گیا ہے مرے اندر غائب

پرم گگن (جمیل الدین)

ساری مقدس تحریریں پرم گگن کی کرنیں ہیں
ہائے وہ ہم جو ان کرنوں سے آگ لگاتے جاتے ہیں

لوبھی (امین صدیقی)

دیکھ سے سونا چاندی کھوئے گا تو روئے گا
اس کے قدم سے قدم ملا کر لوبھی لابھ اٹھائے گا

ریکھا (علیم صبا نویدی)

چند ریکھاؤں میں لکھا کیا ہے　　یہ اگر سچ ہے پھر خدائی کیا

(نثار جیراج پوری)

چند ریکھاؤں کے بدلنے سے　　تیری قسمت نہیں بدلتی ہے

(مظفر حنفی)

کٹ گیا ہاتھ ریکھا کی گہرائی سے　　آنکھ جاتی رہی زود بینائی سے

(خورشید افسر بسوانی)

صحراؤں کا سراب مرا عرض حال ہے　　شاید ہمارے ہاتھ کی ریکھائیں پڑھ سکے

زائچہ (غیاث متین)

اب ہماری بستی کا حشر بھی وہی ہو گا　　اب ہمارے بچے بھی زائچہ بناتے ہیں

سپھل (رؤف خیر)

ہر اک مقام پہ کچھ دل بدل تو ہوتے ہیں　　بدلنے والے بھی اکثر سپھل تو ہوتے ہیں

سپھلتا (بیکل اتساہی)

مشکلوں میں ہر سپھلتا پاؤں چومے گی ترے　　زندگی کی راہ میں بلیدان ہونا چاہیے

اتہاس (رؤف خلش)

دونوں ہیں دھنوان جگت میں تم بھی دکھیا اور میں بھی
غم کا چلن اتہاس بنانے غم کا بندھن سارا رے

ترشنا (ناصر شہزاد)

انگ کو اس کے سنگ کی ترشنا　　یاس پیاس کی وحشت گردی

مرگ ترشنا

مرگ ترشنا اتنی ادھک تھی بھرنے کھوجے گلی گلی
چھاگل گھر سے لے کے چلے تھے پیاس کے مارے بھول گئے

مسکان (کمال احمد صدیقی)

دل میں جو درد ہے وہ درد چھپائے رکھنا　　ایک مسکان سی چہرے پہ سجائے رکھنا

(رفعت سروش)

مسخ ہیں خد و خال لبوں پہ پتھریلی مسکان　　اسی سے پوچھ رہا ہوں کس کا چہرہ ہے

گگر (صلاح الدین محمود)

ہونٹ جاگے تو صدا انجانی　　میری باتوں کی گگر میں خوشبو

لکیر (حامدی کاشمیری)

نور تحلیل تھی نیلوفروں سے　　اب اگ آئے ہیں لکیر تیرگی کے

راکشس (منظر عاشق ہرگانوی)

مندر میں چپ، منتروں کے کھو گئے اعجاز بھی
دیوتا بھی، راکشس بھی، برہمن بھی ساز بھی

پور (توصیف تبسم)

پہلا لفظ محبت تھا جو ہم نے پہلی بار لکھا
اب تک یہ پوریں جلتی ہیں دل میں بھی ہے درد بہت

(خالد اقبال)

کب سے محروم سماعت مرے سنتے ہیں کان
لمس کے لطف سے چھوتی ہوئی پوریں خالی

دیوداسی (میرا جی)

نا امیدی کے آکاش پہ چمکا ہے آشا کا ستارہ
مندر میں ایک دیوداسی سج کر آئی ناچ دکھانے

بجرے (مجید احمد)

کرنوں کے طوفان سے بجرے بھر بھر کر — روشنیاں اس گھاٹ پہ دھر گئے کیا کیا لوگ

ساونت (باقر رضوی)

پیڑ پہ بیٹھی اک معصوم گلہری کا — خون بہانا ساونتوں کی شان نہیں

سنجوگ (ابن انشاء)

پھر ہجر کی لمبی رات میاں سنجوگ کی تو بس ایک گھڑی
جو دل میں ہے لب پر آنے دو شرمانا کیا گھبرانا کیا

انکش (ساجد حمید)

انکش ان پر کیا معنی — نیتا کے بازو ہیں وہ

وانی (منظر عاشق ہرگانوی)

بہت نزدیک سے دیکھا ہے تجھکو — ترے شہروں کی وانی جانتا ہوں

گمبھیر (نشتر خانقاہی)

دل کا اجلا پن اندھیرا لے گیا — جسم کی ساری فضا گمبھیر کی

مذکرہ بالا ہندی لفظیات پر تنقیدی نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بیشتر الفاظ جو سنسکرت زدہ ہیں اردو والوں کی دسترس سے باہر ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے ضرور ہیں جنھیں اردو غزل نے ایک حد تک قبول کرلیا ہے۔ باقی شاید رد کردیے جائیں کیوں کہ یہ انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ صرف خاص مزاج کے الفاظ ہی غزل کے سانچے میں ڈھل کر اس کی سالمیت کو قائم رکھ سکتے ہیں۔

دیہاتوں اور گاؤں سے متعلق ہندی لفظیات

اردو غزل کے موضوعات جب شہر تک محدود نہیں رہے اور پگڈنڈیوں سے ہوکر گاؤں، دیہاتوں اور قصبوں تک پہنچ گئے تو غزل میں وہ تمام الفاظ بھی داخل ہوگئے جو اس ماحول کی ترجمانی کے لیے ضروری تھے۔ ذیل کے اشعار میں آپ ان الفاظ کا استعمال دیکھیے۔ یہ الفاظ اگرچہ اردو والوں کے لیے اجنبی نہیں لیکن اب یہ عوامی بول چال کی صورت میں غزل کی لفظیات کا ایک اہم جزو بن گئے ہیں اور بے تکلف برتے جارہے ہیں۔ ان کی موجودگی میں غزل کا ذائقہ کچھ بدلا ہوا نظر آتا ہے۔

پگڈنڈی (رفعت سروش)

اس کے نام سے خوشبو پھیلی سی پھیلی تھی جنگل میں
پگڈنڈی پگڈنڈی ہم جا پہنچے اس شوخ کے گاؤں

(مظفر حنفی)

پگڈنڈیاں ببول کی پیڑوں سے جا ملیں   چھالوں کو یہ مذاق بری طرح کھل گیا

گاؤں

(بیکل اتساہی)

لوگ جس گاؤں میں منصف کو بٹھا آئے ہیں   کل اسی گاؤں میں قاتل کا بسیرا ہو گا

(سلیم شہزاد)

پائل بجا کے پاس سے گوری گزر گئی   ہوتا ہے یوں بھی پیار کا اظہار گاؤں میں

(باقر نقوی)

کر لیا پورے سمندر کا سفر   جا کے ڈوبے گاؤں کے تالاب پر

(بسمل عارفی)

اجنبیت کے گاؤں سے نکلو   جذبہ شوق حوصلہ دے گا

قریہ

(ادا جعفری)

کھنڈر بھی دیکھو تو قریے بہت ملیں گے تمہیں
یہ قریے اہل محبت کے ہیں بسائے ہوئے

گاگر

(ساحر ہوشیار پوری)

سر پہ گاگر ناک میں نتھ پاؤں میں جھانجھر کہاں
ڈھونڈتے ہو شہر میں تم گاؤں کا منظر کہاں

(رفعت سروش)

کچی گاگر پھوٹ نہ جائے نازک شیشہ ٹوٹ نہ جائے
جیون کی پگڈنڈی پر چلتا ہوں احساس لیے

چوپال

(آشفتہ چنگیزی)

کہاں کا رتجگہ چوپال کیسی   الاؤ تک یہاں ٹھنڈے پڑے ہیں

(افتخار بشیر)

گو اس کی شکل اب ہے کہن سال کی طرح   بھولا نہیں میں گاؤں کے چوپال کی طرح

(بیکل اتساہی)

ہم کہیں مسلم کہیں ہندو بنے بیٹھے رہے   دھرم کے چوپال پر سارا جہاں جلتا رہا

پیپل

(سلیم شہزاد)

تھک کر جہاں بھی بیٹھ گیا ہوں تری پیپل کی میں چھاؤں میں
گوتم آیا گوتم آیا شور مچا ہے گاؤں میں

(محسن جلگانوی)

نہیں یہ چاہ کہ پیپل کی چھاؤں بن کے جیوں
مجھے تو اک تتے سورج میں ڈھال دے مولا

الاؤ

(شہود عالم آفاقی)

بھیجے گئے تھے آگ بجھانے کو جو شہود   وہ لوگ آگ سینک رہے ہیں الاؤ میں

(فضیل جعفری)

اب نہ وہ گیت نہ چوپال نہ جمگھٹ نہ الاؤ   کھو گئے شہر کے ہنگامے میں دیہات مرے

(سہیل غازی پوری)

گلوں کی نرم مزاجی کہاں سے لائے گا   جو حرف حرف میں جلتا الاؤ رکھتا ہے

دیہاتوں کے اس الاؤ سے آج کی غزلوں میں استعاروں کا کام لیا جا رہا ہے۔ مثلاً:

خواہشوں کا الاؤ

(عبدالسلام اطہر)

رگ رگ میں خواہشوں کا دہکتا ہوا الاؤ   آنکھوں میں ایک سونا بدن رات اور میں

تنہائی کا الاؤ

(ثروت جبیں)

تنہائی کے الاؤ میں روشن ہوا مکاں   ثروت جو دل کا درد تھا نغموں میں ڈھل گیا

یادوں کے الاؤ (خورشید احمد جامی)

کوئی قصہ کوئی افسانہ کوئی گیت سناؤ رات ہے اور دہکتی ہوئی یادوں کے الاؤ

جذبات کا الاؤ (اکبر جے پوری)

مرد جذبات کا الاؤ ہوا دل ہے گویا بجھا ہوا چہرا

پنگھٹ (باقر نقوی)

جلد اے چاند نکل آ بھی کہ اس نے اب کے
چاندنی رات میں پنگھٹ پہ بلایا ہے مجھے

(بیکل اتساہی)

امرت کے گھڑے کولھوں پہ دھرے پنگھٹ پہ اٹھے بل کھائے ہوئے

(سلیم شہزاد)

پنگھٹ پہ اب بھی سب کو اسی کا ہے انتظار پردیسی ایک آیا تھا اک بار گاؤں میں

(بشیر بدر)

سویرے سے پنگھٹ پہ بیٹھی رہوں پیا بن گگریا بھری جائے نا

کھلیان (بمل کرشن اشک)

کتنے ہی ارمان بھرے دل چشم کرم سے جل اٹھے
چھوڑ گیا چنگاری کوئی آ کے مرے کھلیانوں میں

(نشتر خانقاہی)

کل سمیٹے گا مزارع صبح کا بویا ہوا دانہ دانہ رات کے کھلیان کا بکھرا ہوا

(بیکل اتساہی)

تپتے سورج کے سایے میں گاؤں کا روپ سجایا تھا
چاند کی شیتل چھاؤں میں کھیت بکے کھلیان جلے

کھیت (بمل کرشن اشک)

کھیت جلتے ہوئے جہاں دیکھے وہ مرے گاؤں کی زمیں ہوگی

(علی احمد جلیلی)

اب تو کھیتوں میں فقط بھوک اگا کرتی ہے شہر کا زہر مرے گاؤں تک آیا کیسے

(وحید اختر)

جب کھیت میں فصل پک رہی تھی ہر آنکھ چمک دمک رہی تھی

(اقبال ساجد)

ڈھونڈ اب ایسی سرزمیں جس کی تمام کھیتیاں
مانگیں نہ آسمان سے بھیک کبھی بھی ابر کی

لگان (سلیم احمد)

جو فصل ابھی کچی نہیں ہے میں اس کا لگان دے رہا ہوں

مکھیا (بیکل اتساہی)

مری دنیا مرے ہی گاؤں کے مکھیا نے لوٹی ہے
کہاں جاؤں ٹھکانہ میرا چنبل لکھ دیا جائے

(امیر احمد خسرو)

مکھیا کے چنگل سے نکل کر برسوں بعد ملے ہیں ہم تم
تم اپنی روداد سناؤ ہم اپنے احوال بتائیں

(محسن جلگانوی)

چمپا ہوئی جواں تو دکھیا کے واسطے مکھیا کو بھا گیا ہے دوا دے کے بھیجنا

چوبارے (جاوید اختر)

سونے سونے گھروں میں باس بسی ہے پھولوں کی
آنکھوں دیکھا حال سنا کر روتے ہیں چوبارے بھی

بل (غلام مرتضیٰ راہی)

جوڑی بیلوں کی مسلسل ہے ابھی — ان کے کاندھوں پہ وہی ہل ہے ابھی

ریوڑ (مجید امجد)

پکارتی رہی بنسی بھٹک گئے ریوڑ — نہ گیا تھے چشمہ رواں کے لیے

ناریل (نثار جیراج پوری)

بیٹھ کر ناریل کے پیڑوں پر — سوچ میری ملہار گاتی ہے

قدیم اساطیری و دیومالائی تلمیحات

اردو غزل میں فارسی روایت کے سبب اس کی تلمیحات کا عمل ہی زیادہ رہا ہے۔ اب ایک طرف ان میں کمی آتی جارہی ہے تو دوسری طرف ہندی لفظیات سے رشتہ جوڑنے والے شاعروں نے اپنی غزلوں میں قدیم اساطیری یا دیومالائی تلمیحات کی طرف بھی مائل ہورہے ہیں۔ راجہ اندر، رامائن اور مہابھارت کے کرداروں کا استعمال کررہے ہیں اور ان سے متعلق فضا بھی تیار کی جارہی ہے۔ ہندوی کلچر اور ادب کی تلمیحات کو شعوری طور پر برتا جارہا ہے۔

آج کی نئی اردو غزل میں ان کے استعمال کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اس دیومالا کو اس کے پس منظر میں راست طور پر برتا جائے۔ مثلاً:

رفعت سروش گوتم کے سنیاس لے کر برگد کے پیڑ کے نیچے آسن بنانے کی تصویر یوں کھینچتے ہیں۔

چھوڑ کے سنگھرشوں کے جگھٹ توڑ کے آشا کے رشتے
گوتم برگد کے سایے میں بیٹھا ہے سنیاس لیے

یا شباب للب کا یہ شعر:

آن کر گوتم کی صورت کوئی بیٹھے تو سہی
اوج پر کھلتے ہیں سب اسرار پیڑوں کے تلے

لیکن نئی غزل کے بہت سے شاعروں نے دیومالائی تلمیحات اور ان کے کرداروں کو صرف علامتوں کے طور پر مسائل وقت کے اظہار کے لیے برتا ہے۔ مثالوں کے ذریعہ ان کے برتنے کی وضاحت کی جاسکتی ہے۔

شکیل دسنوی اپنی کٹیا کو اندر دیوتا کا دربار یوں بنانا چاہتے ہیں:

رنگ دھنک کا پیار کا موسم جیسے اس کے ساتھ چلے
وہ آئے تو کٹیا اپنی اندر کا دربار لگے

ساقی مچھلی شہری اندر دیوتا سے یوں مدد طلب کرتے ہیں:

شعلوں کی زد میں پھولوں کا دامن سنبھالنا — اے اندر دیوتا مرا گلشن سنبھالنا

لیکن ہندی کا ذوق رکھنے والے بیشتر اردو شاعروں نے رامائن کی تلمیحات کا استعمال کیا ہے جن سے اردو دنیا اچھی طرح واقف ہے۔ رام کے بن باس اور سیتا کے سوئمبر کے ساتھ راون کے کردار کو بدی کی طاقت سے جوڑا ہے۔ ان تلمیحات کو مسائل شاعری سے مربوط کرنے کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

احمد ہمیش نے اپنے گھر کو چھوڑنے کی بات رام کے بن باس کے پس منظر میں یوں کی ہے۔

رام کی طرح نکالا گیا میں گھر سے مگر — کوئی سیتا بھی نہیں تھی جو مرے ساتھ چلے

رحمٰن جامی شہر آرزو سے اپنی دوری کو بن باس قرار دیتے ہیں:

مدت سے تجھ سے دور ہوں اے شہر آرزو — ٹوٹے کسی طرح سے یہ بن باس کچھ تو ہو

جاں نثار اختر اپنی اجڑی ہوئی زندگی کو بن باس کا روپ دیتے ہیں:

اجڑی اجڑی ہوئی ہر آس لگے — زندگی رام کا بن باس لگے

رفیعہ شبنم عابدی نے اپنی معاملہ بندی میں رام اور سیتا دونوں کے نام سے استفادہ کیا ہے۔

تم کوئی رام نہیں میں بھی نہیں ہوں سیتا — پھر یہ بن باس اٹھانے کی ضرورت کیسی

رفعت سروش بن باس کو تغزل کا رنگ دیتے ہیں:

فرشتوں کو تری جنت مبارک — مرے حصے میں تو بن باس لکھدے

اثر غوری رام کے بن باس کو سچائی کا لبادہ دیتے ہیں:۔

کوئی سچائی دل کے پاس رکھدو — بدن میں رام کا بن باس لکھدو

اسی طرح راون کی تلمیح سے بھی بہت کام لئے گیا ہے۔ بدی کے اس مجسمہ سے آج کے ماحول کے شرپسندوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔

مظہر امام نے نیکی اور بدی کے ٹکراؤ کو الکشن کا پس منظر دیا ہے:

شریف انسان آخر کیوں الکشن ہار جاتا ہے — بھائی میں تو لکھا تھا کہ راون ہار جاتا ہے

قتیل شفائی ہمارے سماج میں عورت کے استحصال کی بات سیتا اور راون کے حوالے سے کرتے ہیں۔

سیتا جی کو حاصل کرنے کی دھن میں — بہت بڑا وودان بھی راون بن جائے

سلیم شہزاد بھی سیتا ہرن کی بات کرتے ہیں لیکن اپنے انداز میں۔

یوں تو گلی گلی میں ہے سیتا ہرن کا اس
اس یگ میں پائے جاتے ہیں راون گلی گلی

حنیف ترین اس صدی کے پاپ کو رام اور راون کی اصطلاحات میں ادا کرتے ہیں۔

دن کو رام اور رات کو راون — اس صدی کے یہ پاپ کیسے ہیں

اثر غوری بھی رام اور راون کے کرداروں سے یوں استفادہ کرتے ہیں۔

وہ رام کون ہے چہروں کی تہہ میں بیٹھا ہے — وہ ایک شخص جو راون دکھائی دیتا ہے

فراز حامدی حالات حاضرہ کا اظہار رام اور سیتا کے حوالے سے کرتے ہیں۔

اب رام ہی کرتا ہے — سیتا کا ہرن بابا

مہابھارت کے کرداروں میں کرشن، گوپیاں، کورو اور دروپدی کی تلمیحات یہاں وہاں اردو غزل میں ملتی ہیں۔

ناصر شہزاد کے ایک شعر میں گوپیاں، گوکل اور بنسی کی تلمیحات یکجا ہیں۔

گوپیاں ہی کسی گوکل میں نہیں — بنسیوں سے یہ صدا آئی ہے

افتخار رضوی کرشن کنہیا اور گوپیوں کے حوالے سے اپنی روداد عشق بیان کرتے ہیں۔

کنہیا لے گیا ہے گوپیوں کو — میں کس کو ڈھونڈنے پنگھٹ گیا ہوں

عقیل شاداب یوں تو مخاطب ہیں اپنی زندگی سے مگر کوروں کی محفل میں دروپدی کی روایت کا حوالہ دیتے ہیں۔

لگا نہ مول مرا کوروں کی محفل میں — دروپدی کی طرح زندگی نہ ہار مجھے

رامائن اور مہابھارت کی ان تلمیحات کے علاوہ ہندو کلچر کی کچھ اور روایتیں بھی آج کی غزلوں میں ملتی ہیں۔

امرت منتھن اور شنکر دیوتا کے زہر پینے کی روایت کے پس منظر میں مہدی پرتاب گڑھی اپنے جذبات کی ترجمانی یوں کرتے ہیں۔

بدلتے موسموں کا زہر پی کر — میں شنکر بن کے بھی کچھ دیر جی لوں

نازک حمزہ پوری امرت رس کی ہوس رکھنے والوں پر طنز کرتے ہیں۔

لوگ امرت کی ہوس میں ہیں پریشاں نازک — پی گیا زہر بھی میں صورت شنکر دیکھو

مہدی پرتاب گڑھی، اس دیومالا کو اپنے ایک شعر کا پس منظر بناتے ہیں۔

بدلتے موسموں کا زہر پی لوں — میں شنکر بن کے بھی کچھ دیر جی لو

ناصر شہزاد نے اپنے ایک غزل کے شعر میں شنکر کو یوں استعارہ بنایا ہے۔

بت تراشی میں بھی ہیں ہم آپ خود اپنا جواب — چھو دیا جن پتھروں کو ہم نے شنکر کر دیا

بیکل اتساہی نے اس تلمیح سے یوں استفادہ کیا ہے

رفیعہ شبنم عابدی نے اپنی معاملہ بندی میں رام اور سیتا دونوں کے نام سے استفادہ کیا ہے۔

تم کوئی رام نہیں میں بھی نہیں ہوں سیتا — پھر یہ بن باس اٹھانے کی ضرورت کیسی

رفعت سروش بن باس کو تغزل کا رنگ دیتے ہیں:

فرشتوں کو تری جنت مبارک — مرے حصے میں تو بن باس لکھدے

اثر غوری رام کے بن باس کو سچائی کا لبادہ دیتے ہیں:-

کوئی سچائی دل کے پاس رکھدو — بدن میں رام کا بن باس لکھدو

اسی طرح راون کی تلمیح سے بھی بہت کام لے گیا ہے۔ بدی کے اس مجسمہ سے آج کے ماحول کے شرپسندوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔

مظہر امام نے نیکی اور بدی کے ٹکراؤ کو الکشن کا پس منظر دیا ہے:

شریف انسان آخر کیوں الکشن ہار جاتا ہے — کہانی میں تو لکھا تھا کہ راون ہار جاتا ہے

قتیل شفائی ہمارے سماج میں عورت کے استحصال کی بات سیتا اور راون کے حوالے سے کرتے ہیں۔

سیتا جی کو حاصل کرنے کی دھن میں — بہت بڑا ودوان بھی راون بن جائے

سلیم شہزاد بھی سیتا ہرن کی بات کرتے ہیں لیکن اپنے انداز میں۔

یوں تو گلی گلی میں ہے سیتا ہرن کا اس

اس یگ میں پائے جاتے ہیں راون گلی گلی

حفیظ ترین اس صدی کے پاپ کو رام اور راون کی اصطلاحات میں ادا کرتے ہیں۔

دن کو رام اور رات کو راون — اس صدی کے یہ پاپ کیسے ہیں

اثر غوری بھی رام اور راون کے کرداروں سے یوں استفادہ کرتے ہیں۔

وہ رام کون ہے چہروں کی تہہ میں بیٹھا ہے — وہ ایک شخص جو راون دکھائی دیتا ہے

فراز حامدی حالات حاضرہ کا اظہار رام اور سیتا کے حوالے سے کرتے ہیں۔

اب رام ہی کرتا ہے — سیتا کا ہرن بابا

مہابھارت کے کرداروں میں کرشن، گوپیاں، کورو اور دروپدی کی تلمیحات یہاں وہاں اردو غزل میں ملتی ہیں۔

ناصر شہزاد کے ایک شعر میں گوپیاں، گوکل اور بنسی کی تلمیحات یکجا ہیں۔

گوپیاں ہی کسی گوکل میں نہیں — بنسیوں سے یہ صدا آئی ہے

افتخار رضوی کرشن کنہیا اور گوپیوں کے حوالے سے اپنی روداد عشق بیان کرتے ہیں۔

کنہیا لے گیا ہے گوپیوں کو — میں کس کو ڈھونڈنے پنگھٹ گیا ہوں

خلیل شاداب یوں تو مخاطب ہیں اپنی زندگی سے مگر کوروؤں کی محفل میں دروپدی کی روایت کا حوالہ دیتے ہیں۔

لگا نہ مول مرا کوروؤں کی محفل میں — دروپدی کی طرح زندگی نہ ہار مجھے

رامائن اور مہابھارت کی ان تلمیحات کے علاوہ ہندو کلچر کی کچھ اور روایتیں بھی آج کی غزلوں میں ملتی ہیں۔

امرت منتھن اور شنکر دیوتا کے زہر پینے کی روایت کے پس منظر میں مہدی پرتاب گڑھی اپنے جذبات کی ترجمانی یوں کرتے ہیں۔

بدلتے موسموں کا زہر پی کر — میں شنکر بن کے بھی کچھ دیر جی لوں

نازک حمزہ پوری امرت رس کی ہوس رکھنے والوں پر طنز کرتے ہیں۔

لوگ امرت کی ہوس میں ہیں پریشان نازک — پی گیا زہر بھی میں صورت شنکر دیکھو

مہدی پرتاب گڑھی، اس دیومالا کو اپنے ایک شعر کا پس منظر بناتے ہیں۔

بدلتے موسموں کا زہر پی لوں — میں شنکر بن کے بھی کچھ دیر جی لو

ناصر شہزاد نے اپنے ایک غزل کے شعر میں شنکر کو یوں استعارہ بنایا ہے۔

بت تراشی میں بھی ہیں ہم آپ خود اپنا جواب — چھو دیا جن پتھروں کو ہم نے شنکر کردیا

بیکل اتساہی نے اس تلمیح سے یوں استفادہ کیا ہے

چوڑیاں بجتی ہیں۔ ندی تٹ پر گاؤں کی گوریاں اشنان کی بھیگی بھیگی ساڑیوں کو بدن پر لپیٹے جوانی کی مدیرا آنکھوں سے چھلکاتی ہوئی چوپال سے گزرتی ہیں تو ان کو دیکھنے کے لیے گاؤں کے چھوروں کی بھیڑ سی لگ جاتی ہے۔ ایسے اشعار کی جھلکیاں آپ بھی دیکھیں۔
شکیل دسنوی کہتے ہیں:

جب بھی گوری نین کے ساغر رک رک کر چھلکائے
چھیل چھبیلے چھوروں کا من دھک دھک کرتا جائے

یا ان کا یہ شعر جس میں گاؤں کی گوری کے اشنان کر کے نکلنے کی تصویر کشی ہے:

سندر مکھڑے والی گوری کر کے جب اشنان چلے
یوں مدیرا نین سے چھلکے پگ پگ کتنی بھیڑ لگے

شمس فرخ آبادی ساجن کے آنے سے پہلے سجنی کے بناؤ سنگھار کا منظر پیش کرتے ہیں۔

کاجل کم کم بندی گجرا درپن دیکھ رہی تھی وہ
کیسی چھب تھی شام سے پہلے کیسی چھب ہے رات گئے

تاج سعید سدا سہاگن گوری کی بات مست پون کے جھونکے کے حوالے سے کرتے ہیں۔

سدا سہاگن گوری کو اس سے بڑی لاج آتی ہے
مست پون کا جھونکا آکر جب چنری سرکاتا ہے

شہباز ندیم نے گوری کے فراق کی کیفیت کو اجڑے بناؤ سنگار کی کیفیت سے جوڑا ہے۔

الجھی زلفیں بہتا گجرا برسیں یہ کجرارے نین
چھپ کر جگ سے نیر بہائے گوری کیوں تنہائی میں

ساگر چاند پوری نے برہن کے انتظار کی کیفیت کو بڑا شاعرانہ اسلوب دیا ہے۔

طاق پہ دیپک سیج پہ گوری دونوں جلیں خاموشی سے
شاید آخری گاڑی سے آجائے ساجن رات گئے

یہ وہ مثالیں ہیں جو گاؤں کی گوریوں کے عشقیہ جذبات کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اردو غزل

کے کچھ شاعروں نے ہندی سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اس کردار میں خود کو بھی شامل کرلیا ہے اور ساجن اور پیا کی جگہ خود لے لی ہے۔
شکیل دسنوی تو اپنی محبت کو کسوٹی پر پرکھنے کے لیے تیار ہیں۔ کہتے ہیں۔

جی چاہے تو پرکھ لے گوری ہم کو پریت کسوٹی پر
اس تن من کی قیمت کیا ہے جیون تجھ پر ارپن ہے

ابن انشاء منہ موڑ کر جانے والی کو آواز دیتے ہیں۔

اے منہ موڑ کے جانے والی جاتے میں مسکاتی جا
من نگری کی اجڑی گلیاں سونے دھام بساتی جا

حبیب جالب کجراری آنکھوں والی سجنی سے کچھ اور ہی پرارتھنا کرتے ہیں۔

کجراری آنکھوں سے سجنی دیکھ نہ مجھ کو محفل میں
دل کا شیشہ کٹ جائے گا ان کاجل کے ڈوروں سے

ایک اور شاعر اس کے چاند سے مکھڑے کو دیکھ کر اپنی سدھ بدھ کھو دیتے ہیں۔

سدھ بدھ کھو کر تک دیکھوں چاند سے سندر مکھڑے کو
پلکوں کی جب اوٹ سے دیکھیں وہ شرمیلے پیارے نین

انشاء پورے چاند کی رات میں اس سے ملنے کی تمنا کرتے ہیں۔

پورے چاند کی رات وہ ساگر جس ساگر کا اور نہ چھور
یا ہم آج ڈبو دیں تجھ کو یا تو ہمیں بہلاتی جا

ان تمام اشعار میں غزل کی روایت کو قائم رکھا گیا ہے یعنی عورت ہی سے مخاطبت ہے لیکن ایسے شاعر بھی ہیں جنھوں نے ہندی گیتوں اور دوہے کی فضا اور اس کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے اظہار عشق عورت کی طرف سے کرتے ہی کے اسلوب کی تقلید کی ہے جو لوک ساہتیہ کی اہم خصوصیت ہے۔
عرفانہ عزیز اپنے سپنوں کے رکھوالے کی بات کہتی ہیں۔

سانجھ سویرے نینوں میں لہراتے اس کا روپ
میرے سپنوں کا رکھوالا پاس رہے یا دور

شکیل دسنوی کے ذیل کے شعر میں عورت اپنے ساجن سے مخاطب ہے۔

سارے بندھن توڑ کے آنا ساون کی جب آئے رت
مجھ کو اپنے گلے لگانا ساون کی جب آئے رت

پھر پیا کے دیس جانے کی بات کو خود کلامی کا روپ دیتی ہے۔

کیسے جاؤں دیس پیا کے جی میرا گھبرائے ہے
پگ پگ آنسو کی زنجیریں رستے میں کانٹوں کا بن

یا سپنوں کے راج کنور سے ملنے کی یہ خواہش:

پیار سے اس کا دامن بھردوں جیون اس پر ارپن کردوں
سپنوں کا وہ راج کنور جو مل جائے اکبار سکھی

شہناز ندیم اپنے من آنگن کی شیتل چھاؤں میں آنے کی دعوت دیتی ہیں۔

من آنگن میں پریم لتائیں پھیل رہی ہیں چاروں اور
ممکن ہو تو پریم کی شیتل چھاؤں میں آکر سو لو جی

عرفانہ عزیز اپنے پریتم کے بانسوں کی گہرائی کا اندازہ یوں کرتی ہیں۔

میرا مکھڑا مکھڑا تن میں سمٹ گیا جس چاہت سے
جان گئی ہوں بھید میں تیری بانسوں کی گہرائی کا

شاہد کبیر نے سکھی کے مکھ سے یہ شبد ادا کئے ہیں۔

دھوپ رسوئی تک آ پہنچی بس اب وہ آتے ہی ہوں گے
پیاز کترنا چھوڑ سہیلی ورنہ انگلی کٹ جائے گی

کشور ناہید پھر سے محبت کرنے کا اقرار کرتی ہیں۔

ہم پھر سے محبت کرلیں گے تم سامنے پھر سے آؤ جی
ہم جان کے دھوکا کھائیں گے تم جال انا پھیلاؤ جی

بشیر بدر کے اس شعر میں پنگھٹ پر بیٹھی سجنی کا یہ روپ دیکھئے۔

سویرے سے پنگھٹ پہ بیٹھی رہوں   پیا بن گگریا بھری جائے نا

ہندی ردیفیں

گیتوں اور لوک ساہتیہ سے اردو غزل کو قریب لانے کا ایک تجربہ یہ بھی ہے کہ غزل کی ردیفیں ایسی استعمال کی جارہی ہیں جو اس رجحان کی فضا تیار کرتی ہیں۔ چند شاعروں نے اس پر زیادہ توجہ دی ہے۔ ذیل میں جو مثالیں پیش کی جارہی ہیں وہ میرے اس بیان کی تائید کرتی ہیں۔

شکیل دسنوی

بھیگی پلکیں، مہتا گجرا، اشکوں کے یہ ہار سکھی
پیت کے بدلے کیسا کیسا ملتا ہے اپہار سکھی
پیار سے اس کا دامن بھردوں جیون اس پر ارپن کردوں
سپنوں کا وہ راج کنور مل جائے جو اکبار سکھی

کچھ شاعروں نے جی کو ردیف بنایا ہے۔ مختلف قافیوں کے ساتھ۔

شہباز ندیم

من آنگن میں پریم لتائیں پھیلی ہوتی ہیں چاروں اور
ممکن ہو تو پریم کی شیتل چھاؤں میں آکر سو لو جی

امین صدیقی

مانجھی کو چھوڑ جی   ٹوٹے بندھن جوڑ جی

کشور ناہید

ہم پھر سے محبت کرلیں گے تم سامنے پھر سے آؤ جی
ہم جان کے دھوکا کھائیں گے تم دام انا پھیلاؤ جی

ہم نے وفا کی راہوں میں یوں دیدہ و دل قربان کئے
جیسے کسی نے دریا میں کاغذ کی بہادی ناؤ جی

ابن انشاء

پیت کرنا تو ہم سے نبھانا سجن ہم نے پہلے ہی دن تھا کہا نا سجن

شکیل دسنوی

آنچل میں کب قید ہوا ہے اک جھونکا آوارہ جی
کیا پوچھے ہو ٹھور ٹھکانا ہم ٹھہرے بنجارا جی

اختر احسن

جب آنکھیں کروگے چار بدھ جی ہم تم سے کریں گے پیار بدھ جی

بشیر بدر "بابا" کو ردیف بناتے ہیں ۔۔

اب ہوگی داستاں رقم بابا انگلیاں ہوگئیں قلم بابا
آہنیں چلمنوں سے پوچھتی ہیں قید کب تک رہیں گے ہم بابا

بیکل اتساہی اور شکیل بدایونی جوگی کو ردیف بناتے ہیں ۔۔

بیکل اتساہی

کب تک یوں ہی بھیس بدل کر جرم کا روپ چھپائے گا تو
پانی پر کب تک پائے ہے بالوں کی تصویر سے جوگی

شکیل دسنوی

تیاگ کے گھر بھی چین نہ پائے دو نینوں کا مارا جوگی
روپ کا مایا جال برا ہے کیا بنجارے بیچارا جوگی

عنبر بہرائچی کی ایک غزل کی ردیف ہے پھاگن میں ۔۔

عنبر بہرائچی

ٹھہرے پانی کی چادریں کیا کیا بل آئے پھاگن میں
سرگوشی نے ہر پنگھٹ میں خنجر لہرائے پھاگن میں

جلیل چشتی کی ایک غزل جس کی ردیف بیچ ہے اس کے تمام قوافی ہندی یعنی تھرکن، نین اور دھڑکن وغیرہ ہیں ۔۔

انگ انگ جھلک اٹھا ہے انگوں کے درپن کے بیچ
ماں سرور امڈے ہیں بھرپور بدن کے بیچ

متھرا کے پیڑوں سے کولھے چکنے چکنے سے گورے
روپ نرت کے جاگے جاگے چھتیوں کی دھڑکن کے بیچ

من میں بسا کر مورت اک دن دیکھی کامنی رادھا کی
چشتی ہم تو کھو گئے بندرا بن کی گلین کے بیچ

ایک شاعر نے تو نین کو ہی ردیف بنالیا ۔۔

میری وفا کی قیمت کیا ہے تم نہ کرو یہ پیارے نین
بھیگ نہ جائے دامن دل کا چھلکے گر کجرارے نین

ناصر کاظمی نے سنائے اور دکھائے قافیوں کے ساتھ جوگ کو ردیف بنایا ہے ۔۔

سہمے سہمے بیٹھے ہیں راگی اور فنکار
بھور بھئے اب ان کلیوں کو کون سنائے جوگ

ان اشعار میں گیتوں، دوہوں کی فضا مزاج اور ہندوی روایت کو سمونے کی کوشش کی گئی ہے ۔ یہ اس لیے غور طلب ہیں کہ گیتوں اور لوک ساہتیہ میں غزل کی سی تہ داری اور رمزیت نہیں ہوتی ۔ اس کے علاوہ ان انفرادی تجربوں میں غزل اپنی خصوصی روایت سے دور ہو گئی ہے بلکہ اپنے موضوعات سے بھی ہٹ گئی ہے ۔ غزل اپنے رموز

و علائم کے پردے میں بات کہتی ہے اور یہی پیرایہ اظہار غزل کی مخصوص انفرادیت ہے۔

مزید یہ کہ اس بیان کے آخری حصہ میں جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوی روایت کی تقلید میں محبوب کی جنس کو مونث افعال کے ساتھ باندھا گیا ہے۔ اظہار محبت بھی عورت کی طرف سے ہے جو اردو و غزل کی مستحکم بنیاد کے مغائر ہے۔ اس لیے قابل قبول نہیں۔۔

اس سلسلے میں اس کے ساتھ ہی جڑی ہوئی دوسری بات لوک گیتوں دوہوں اور پوربی زبان کی لغت کو غزل کی لفظیات میں داخل کرنا ہے۔ جن کا خود آج کی ہندی میں استعمال مطلق نہیں۔ مثلاً:

سجن، ساجن، موہن، سجنی، سکھی، پیا، پیو، پریتم، گوری، جوگی، سادھو، منوا، نگریا، گگریا، بگیا، ندیا، بجریا، متواری، گجرا، چھورا، چھوری، بانلیا، سانوریا، کم کم، بندریا، نجریا، تندیا، نیناں، نین، چندریا، بدریا، سندری، بنجارا، انگنائی، کجرارے، ٹھور۔۔

یہ لغت عام، ہلکے پھلکے اور رسیلے الفاظ رکھنے کے باوجود اردو غزل کا ڈکشن نہیں بن سکتی۔ اس لیے ان کو ترک کردیا گیا ہے۔ میرے اس خیال کی تائید ہندی کے نقاد شاہد میر کی اس تحریر سے ہوتی ہے جو ہندی غزل کے تعلق سے انھوں نے لکھی ہے۔۔

"غزل کا ڈکشن، دوہے، اشلوک اور گیتوں سے بہت مختلف ہے، اس لیے ہندی غزل کے سلسلے میں دوہے کا ذکر کرنے کے بجائے اسے اردو غزل کا مرہون منت سمجھنا چاہئے"۔۔

حاصل یہ کہ اردو غزل میں ہندی کی آمیزش کے یہ تجربات ابھی ابتدائی منزلوں میں ہیں۔ ان کا نہ کوئی اصول ہے اور نہ کوئی قاعدہ۔ ہندی کے متوازن الفاظ دھیرے دھیرے اردو غزل کا انگ بن رہے ہیں۔ آنے والی کل کی غزل میں ہوسکتا ہے کہ کچھ مسترد بھی ہوجائیں لیکن زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ اس ذخیرہ میں اور بھی ہندی شبدوں کا اضافہ ہوگا۔ ہندی کی آمیزش کا یہ رجحان بہرحال اردو غزل کی توسیع کی نمائندگی کرتا ہے۔۔

اردو غزل میں ہندی الفاظ برتے جانے کا مکمل جائزہ لینے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں ان تمام ہندی الفاظ کی ایک فہرست مرتب کردوں جنھیں اردو غزل کے شاعروں نے اپنے اشعار میں استعمال کیا ہے۔ ان میں ایسے الفاظ بھی ہیں جو اردو اور ہندی دونوں زبانوں کے زمرہ میں آتے ہیں لیکن ان کا استعمال غزل میں کم تھا اب زیادہ ہوگیا ہے۔ ان کے ساتھ اس فہرست میں ایسے ہندی الفاظ بھی ہیں جو اردو والوں کے لیے اجنبی نہیں ہیں لیکن اب یہ اردو غزل کا ڈکشن بن گئے ہیں۔۔

ان کے علاوہ ایسے ہندی الفاظ بھی خاصے تعداد میں ہیں جو اردو غزل کے لیے اجنبی ہیں لیکن انھیں شعوری طور پر بطور تجربہ غزل میں داخل کیا ہے۔ فہرست میں ان تمام الفاظ خلط ملط کرنے کے بجائے میں نے انھیں ابجدی طریقہ پر ترتیب دیدیا ہے۔ اپنی تلاش کی حد تک میں نے اس فہرست کو مکمل بنانے کی کوشش کی ہے۔۔

اس کے ساتھ ہی دوسری فہرست ہندو پاک کے ان شاعروں کی بھی تیار کی ہے جنھوں نے شعوری اور غیر شعوری طور پر ہندی شبدوں کو اپنی اردو غزل میں داخل کیا ہے۔ ان میں معروف شاعروں کے ناموں کے ساتھ ایسے شاعروں کے نام بھی ملیں گے جو منظر عام پر ابھی نہیں آئے اور جو رسالوں اور کتابوں میں چھپ رہے ہیں۔ اس فہرست کے مطالعے سے قارئین کو یہ بھی اندازہ ہوگا کہ شاعروں کی کتنی تعداد اس تجربے میں شامل ہے۔۔

فہرست ۔ ا

فہرست ہندی الفاظ کی

آشا ۔ آس ۔ آرتی ۔ آسن ۔ ارپن ۔ اپسرا ۔ آشکار ۔ آدرش ۔ انکش ۔ انگ ۔ اگنی ۔ آنگن ۔ اور ۔ اتہاس ۔ اور چھور ۔ اپکار ۔ اشلیل ۔ امرت ۔ آکاش ۔ الاؤ ۔ آتما ۔ اپہار ۔ انکت ۔ اتم ۔ ابلا ۔ اوتار ۔ اڑان ۔ اکارت ۔ انکر ۔ ابندھن ۔ اماوس ۔ اتیاچار ۔ ارتھی ۔ اتریالی ۔ امبر ۔ اتہاں ۔ انھونی ۔ اگیات واس ۔ اوسر

برکھا ۔ بھوج ۔ بھوگ ۔ بدھائی ۔ بندھن ۔ بن باس ۔ بیر ۔ بیرن ۔ بیری ۔ بیساکھی ۔ بلوائی ۔ بانجھ ۔ بھیتر ۔ بھور ۔ بیراگی ۔ بھونچال ۔ بور ۔ بیوہ ۔ بیوگی ۔ باس ۔ باسی ۔ بن ۔ برہ ۔ برہن ۔ بسیرا ۔ برہا ۔ بھاگ ۔ بجرا ۔ بھاؤ ۔ بیاکل ۔ بھجائیں ۔ بجر ۔ بھادوں ۔ بھوشیہ

پراوئی ۔ پتھر ۔ پنچھی ۔ پنکھ ۔ پت جھڑ ۔ پون ۔ پائل ۔ پران ۔ پات ۔ پرائی ۔ پربت ۔ پرچھائیں ۔ پیڑ ۔ پیڑا ۔ پنگھٹ ۔ پگ ۔ پور ۔ پوتھی ۔ پائل ۔ پگڈنڈی ۔ پیت ۔ پڑاؤ ۔ پتنگا ۔ پریکشا ۔ پگ ۔ پرچھے ۔ پریت ۔ پرکھوں ۔ پھاگن ۔ پھاگ ۔ پد ۔ پرم گگن ۔ پاتال ۔ پدوی ۔ پرماتما ۔ پتاگ ۔ تٹ ۔ تپسیا ۔ ترشنا

جیون ۔ جوالا ۔ جگ ۔ جگت ۔ جوت ۔ جیوتی ۔ جوگی ۔ جگمگ ۔ جھپا ۔ جنم ۔ جیٹھ ۔ جنجال ۔ جپ سمرن ۔ جوگ ۔ جھرمٹ ۔ جال ۔ جاپ ۔ جوالا مکھی

چندر ۔ چھور ۔ چپ ۔ چنر ۔ چتا ۔ چھایا ۔ چمن ۔ چتا ۔ چھاونی ۔ چجمن ۔ چمن ۔ چوپال ۔ چوکھٹ ۔ چتا ۔ چوبارہ ۔ چرن ۔ چنری ۔ چال ۔ چھاونی

دھرتی ۔ دکھڑا ۔ دکھ ۔ دیوداسی ۔ دھرم ۔ دیپک ۔ دیپ ۔ دیا ۔ دیا ۔ دوش ۔ دستک ۔

فہرست ۔ ۲

درپن ۔ دکشا ۔ وشا ۔ دشا ۔ دورج ۔ دھنک ۔ دھنش ۔ درشتی موہ ۔ دھام ۔ دوار ۔ دان ۔ دھول ۔ دھن ۔ دھن داتا ۔ دھنتری

روپ ۔ دکھیا ۔ رت ۔ ریت ۔ رسیا ۔ رتجگا ۔ رتھ ۔ ریوڑ ۔ رکت ۔ روگ ۔ رچاؤ ۔ راگی ۔ رین ۔ رس

سنسار ۔ سانجھ ۔ سمے ۔ سنکھ ۔ سادھنا ۔ ساہس ۔ سوانگ ۔ سپنا ۔ سنجوگ ۔ سمندھ ۔ سنیاس ۔ سواگت ۔ سنگھرش ۔ سچ ۔ سمرن ۔ سنگم ۔ سمان ۔ سچھل ۔ سپھلتا ۔ سلوٹ ۔ سہاگ ۔ سہاگن ۔ سنگھاسن ۔ سیندور ۔ سج دھج ۔ سنگار ۔ سرگم ۔ ساگر ۔ سواگت ۔ سکھل ۔ ساونت ۔ سادھو ۔ ساون ۔ سندر ۔ سندرتا ۔ سندیس ۔ ساگر ۔ سناٹا ۔ سروپ ۔ سیمل ۔ سوئیکار ۔ سرسوں ۔ سورگ ۔ سندیسہ ۔ سانجھ ۔ سمسیا

شیتل ۔ شمشان ۔ شرنگار ۔ شوبھا ۔ شگن ۔ شاپ ۔ شراپ

کتھا ۔ گگر ۔ کپٹ ۔ کواڑ ۔ کھنچ ۔ کایا ۔ کٹیا ۔ کھنڈر ۔ کواڑ ۔ کاجل ۔ کونپل ۔ کائی ۔ کاگ ۔ کھیت ۔ کھلیان ۔ کلنک ۔ کلنگ ۔ کٹھن ۔ کٹھنائی ۔ کہرام ۔ کنول ۔ کومل ۔ کیکر ۔ کوکھ ۔ کمائی ۔ کیسر

گگن ۔ گاگر ۔ گھاؤ ۔ گپھا ۔ گھٹن ۔ گھروندا ۔ گاہک ۔ گنگن ۔ گیان ۔ گھات ۔ گمبھیر ۔ گجرا ۔ گجر ۔ گھائل

لگان ۔ لاجہ ۔ لوبھی ۔ لتا ۔ لگن ۔ لوک ۔ لاج ۔ لاوا ۔ لوری

مکھڑا ۔ مکھ ۔ مسکان ۔ ملن ۔ مانجھی ۔ مدیرا ۔ منش ۔ ماتھا ۔ مدھر ۔ ممتا ۔ مرگھٹ ۔ مول ۔ مان ۔ موہ ۔ مورکھ ۔ مرگ ترشنا ۔ مکھیا ۔ ملہا ۔

نراشا ۔ نین ۔ نرج ۔ نرجھر ۔ نکٹ ۔ نگر ۔ نگری ۔ نار ۔ نمسکار ۔ ناری ۔ نیو ۔ نیر ۔ نچنت ۔ نیل گگن ۔ نیل کنول ۔ نسدن ۔ نرمل ۔ نیر

وشواس ۔ وبیار ۔ ویرتھ ۔ وستار ۔ واسنا ۔ وایو ۔ وشواس ۔ وردان ۔ ویراگ ۔ ونواس

یگ ۔ یوگ ۔ یوون ۔ یوگی ۔ وبیار

فہرست شاعروں کی

احمد فراز ۔ ابن انشاء ۔ اقبال ساجد ۔ اختر بستوی ۔ اکبر کاظمی ۔ افتخار بشیر ۔ افتخار سعید ۔ افتخار عارف ۔ افتخار سعید ۔ ارشد اقبال ۔ احمد شمیم ۔ امیس دلوی ۔ اثر فیض آبادی ۔ اکبر جے پوری ۔ انور مینائی ۔ آزاد گلاٹی ۔ احمد ہمیش ۔ آشفتہ چنگیزی ۔ اثر غوری ۔ اختر حسین ۔ امیر احمد خسرو ۔ اخلاق ساگری ۔ اروِن کمار ہوش ۔ امجد الاسلام ۔ احمد شمیم ۔ ادا جعفری ۔ امین صدیقی ۔ اثر فیض آبادی ۔ احمد کمال چشتی ۔ بیکل اتساہی ۔ بانی ۔ بشیر بدر ۔ باقر مہدی ۔ باقر رضوی ۔ باقر نقوی ۔ بسمل عارفی ۔ پروین شاکر ۔ پریم وار برٹنی ۔ پرکاش فکری ۔ بمل کرشن اشک ۔ پورن کمار اشک ۔ توصیف تبسم ۔ تاج سعید ۔ تسنیم فاروقی ۔

جان نثار اختر ۔ جمیل جالبی ۔ جاوید وششٹ ۔ جمیل الدین عالی ۔ جمیل ملک ۔ جاوید اختر ۔ جوہر بجنوری ۔ جلیل حشمی ۔

حبیب جالب ۔ حفیظ بنارسی ۔ حسن نعیم ۔ حسن کلثوم ۔ حصیر نوری ۔ حنیف ترین ۔ حامدی کاشمیری ۔ حسن رضا ۔

خورشید احمد جامی ۔ خلش صہبائی ۔ خالد اقبال یاسر ۔ خورشید افسر بسوانی ۔

رفعت سروش ۔ رؤف خیر ۔ راج نرائن راز ۔ رشید نثار ۔ راسخ اقبال ۔ راسخ عرفان ۔ رحمن جامی ۔ رام پرکاش راہی ۔ رفیعہ شبنم عابدی ۔ رؤف خلش ۔ راشد انور راشد ۔ رفعت سلطان ۔

زبیر رضوی ۔ زہرہ نگاہ ۔ زیب غوری ۔

ساحر ہوشیار پوری ۔ سلیم شہزاد ۔ ساغر مہدی ۔ ساغر اعظمی ۔ ساغر کرناٹکی ۔ سلیمان اطہر ۔ ساغر جیدی ۔ سردار سلیم ۔ ساحر لدھیانوی ۔ سلیمان اریب ۔ ستیہ پال آنند ۔ سعید رحمانی ۔ سلیم احمد ۔ ساجد حمید ۔ سلیم انصاری ۔ سہیل غازی پوری ۔ ستیہ پرشاد دگل ۔ سراج منیر ۔ ساغر پالمپوری ۔ ساقی مچھلی شہری ۔ ساگر چاند پوری ۔ ساحر شیوی ۔

شباب للت ۔ شاہد محمود شاہد ۔ شکیب جلالی ۔ شکیل دسنوی ۔ شاہد جمیل ۔ شان الحق حقی ۔ شیر افضل جعفری ۔ شہزاد احمد ۔ شمس تبریز ۔ شعیب رضوی ۔ شجاع خاور ۔ شمیم فاروقی ۔ شہباز ندیم ۔ شمس فرخ آبادی ۔ شمس فریدی ۔ شاہد اختر ۔ شاہد کبیر ۔ شکیل اعظمی ۔ شگفتہ طلعت سیما ۔ شہود عالم آفاقی ۔ شارق جمال ۔ شکیل مظہری ۔

صابر ۔ صلاح الدین محمود ۔ صبا اختر ۔ صادق ۔ صابر عظیم آبادی ۔

ظفر گورکھپوری ۔ ظہور نظر ۔ ظفر اقبال ۔ ظفر زیدی ۔ ظہیر غازی پوری ۔ ضمیر درویش ۔

عقیل نعمانی ۔ عزیز قیسی ۔ عنوان چشتی ۔ علیم صبا نویدی ۔ عبدالعزیز خالد ۔ علی سردار جعفری ۔

عبدالسلام اطہر ۔ عنبر بہرائچی ۔ علی الدین نوید ۔ عندلیب شادانی ۔ عبدالاحد ساز ۔ عبدالمتین نیاز ۔ عقیل شاداب ۔ عرفانہ عزیز ۔ علی احمد جلیلی ۔ عبدالقوی ضیاء ۔ علقمہ شبلی ۔ عتیق احمد عتیق ۔

غلام مرتضیٰ راہی ۔ غیاث متین ۔

فضا ابن فیضی ۔ فضیل جعفری ۔ فراق گورکھپوری ۔ فراز حامدی ۔ فارغ بخاری ۔ فاروق نازکی ۔

قتیل شفائی ۔ قیصر الجعفری ۔

کمال احمد صدیقی ۔ کرشن مراری ۔ کرشن بہاری نور ۔ کلثوم ۔ کشور ناہید ۔ کمار پاشی ۔ کنور سین حسرت ۔ کرشن موہن ۔ کاوش بدری ۔

منظر ایوبی ۔ مظہر امام ۔ مصحف اقبال توصیفی ۔ مشتاق جاوید ۔ مراتب اختر ۔ مخدوم محی

الدین ۔ ملک زادہ جاوید ۔ منوررانا ۔ ممتاز راشد ۔ میراجی ۔ مظفر حنفی ۔ مغنی تبسم ۔ مہدی پرتاب گڑھی ۔ منصور سبزداری ۔ من موہن تلخ ۔ مختار شمیم ۔ منیر نیازی ۔ محمد علی اثر ۔ محسن جلگانوی ۔ مصطفی زیدی ۔ مضطر مجاز ۔ محبوب خزاں ۔ محبوب راہی ۔ مجید امجد ۔ منیر سیفی ۔ مجاز ۔ مناظر عاشق ہرگانوی ۔

ناصر کاظمی ۔ نشتر خانقاہی ۔ نور بجنوری ۔ ناصر شہزاد ۔ نذیر بنارسی ۔ ناز قادری ۔ نذیر فتح پوری ۔ ناصر زیدی ۔ ناوک حمزہ پوری ۔ نذیر فتح پوری ۔ نثار جے راج پوری ۔ نور الحسن ہاشمی ۔

وحید اختر ۔ وزیر آغا ۔ واصف علوی ۔ والی آسی

یعقوب عامر ۔ یوسف جمال ۔

ڈاکٹر علی احمد جلیلی
کی نثری تصانیف
اہل دانش کی نظر میں

مرتب
ڈاکٹر حمیرا جلیلی

اس تحقیقی کتاب کے پس منظر کے لیے ضروری بھی ہے اور مناسب بھی کہ اپنے محترم چچا ڈاکٹر علی احمد جلیلی کی شاعرانہ شخصیت سے قطع نظر ان کی ادبی فتوحات کی ایک مکمل فہرست کے ساتھ ان کے تحقیقی و تنقیدی تخلیقات پر ارباب دانش کی رایوں کا خلاصہ بھی درج کردیا جائے ۔

یہ مواد میں نے دانشوروں کے خطوط اور ان کے تبصروں سے اخذ کیا ہے ۔ اختصار کے پیش نظر صرف اہم اقتباسات کو اپنی تحریروں میں جگہ دی ہے ۔

ڈاکٹر حمیرا جلیلی

نثری تصانیف

نئی غزل میں صنفی رجحانات

فصاحت جلیل مانکپوری

نقد و نگاہ

غالب ایک مطالعہ

مکاتیب جلیل

تلامذۂ خلیل

اردو کا عروض

اردو تلفظ لغت

شعری تصانیف

نقشِ قدم

منظر منظر

شہرِ تمنا

لہو کی آنچ

ذکرِ حبیبؐ

ورقِ انتخاب

رائیں

- پروفیسر جگن ناتھ آزاد
- بلراج کومل
- پروانہ ردولوی
- ڈاکٹر خلیق انجم
- پروفیسر سید محمد عقیل
- پروفیسر شمیم حنفی
- پروفیسر عنوان چشتی
- پروفیسر کرامت علی کرامت
- پروفیسر مسعود حسین خاں
- پروفیسر ملک زادہ منظور احمد
- کاوش بدری
- پروفیسر گوپی چند نارنگ
- پروفیسر نثار احمد فاروقی

شمس الرحمٰن فاروقی
مظہر امام
مظفر حنفی
محمد حسن

- پروفیسر وحید اشرف
- ڈاکٹر راہی فدائی
- پروفیسر حفیظ بنارسی
- پروفیسر آل احمد سرور
- گلزار دہلوی
- ندا فاضلی
- پروفیسر گیان چند جین
- بیکل اُتساہی
- پروفیسر شکیل الرحمٰن
- فضا ابن فیضی
- افتخار امام
- یوسف ناظم
- قمر گونڈوی

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

میں نے آپ کی کتاب "نقد و نگاہ" سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ میں آپ کی شاعرانہ صلاحیتوں کا پہلے ہی سے معترف تھا۔ اب اس کے بعد آپ کی تنقیدی صلاحیتوں پر بھی ایمان لایا ہوں۔ اردو ادب کے اس بے رہروی کے دور میں آپ کی کتاب نقد و نگاہ روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔

☆○☆

اردو تلفظ لغت دیکھا۔ آپ نے تو ایک خزانہ عنایت کر دیا ہے۔ جب تک زندہ رہوں گا اس سے فیضیاب ہوتا رہوں گا۔

بلراج کومل

آپ کی کتاب "غالب ایک مطالعہ" کو پڑھا۔ آپ کا مطالعہ غالب انداز تفہیم و دریافت کے کچھ انفرادی پہلو لیے ہوئے ہے۔

پروانہ ردولوی

غالب ایک مطالعہ کا مطالعہ کیا۔ اگرچہ کتاب بہت کم صفحات پر مشتمل ہے اور جن موضوعات کو آپ نے بحث کا عنوان بنایا وہ تفصیل طلب ہیں مگر غالب کے فن کا جو مطالعہ آپ نے پیش کیا ہے وہ بہرحال قابل داد ہے۔

ڈاکٹر خلیق انجم

پیش بہا تحفہ فصاحت جنگ جلیل مانکپوری کا سرسری مطالعہ کیا ہے۔ ایسی محنت اور دیدہ ریزی سے اور اتنے اہم موضوع پر کتاب لکھنے پر مبارکباد قبول فرمایئے۔ کتاب

ملتے ہی میں نے آدھی سے زیادہ پڑھ لی ہے۔ باقی کتاب فرصت سے پڑھتا رہوں گا۔

پروفیسر سید محمد عقیل

"بتقاضۂ خلیل" کی مثنوی کو شائع کر کے آپ نے بڑا کام کیا ہے۔ یہ مثنوی نایاب ہو چکی تھی۔ کسی کو معلوم بھی نہ تھا۔ خلیل مرحوم کا کام لوگوں کے سامنے آپ کی کوشش سے آگیا ہے۔

شمس الرحمن فاروقی

آپ کی کتاب "غالب ایک مطالعہ" کو میں نے بہت غور سے پڑھا اور جگہ جگہ لطف اندوز ہوا۔ ناقد میں غالب میں اختلافات و تضاد کے بارے میں آپ نے خوب لکھا ہے۔ غالب پر اتنا لکھا جاچکا ہے کہ کوئی تازگی اس موضوع میں باقی نہیں رہ گئی۔ لیکن پھر بھی آپ نے بہت کچھ نکال ہی لیا ہے۔

☆○☆

آپ کی کتاب اردو تلفظ لغت دیکھی۔ اس عمر میں اتنی جانفشانی، اور ایسی نکتہ سنجی آپ ہی کا حصہ ہے۔ تلفظ نگاری اور وہ بھی اردو تلفظ نگاری ایسا کام ہے، جس میں سہو ہوجاتا ہے۔ آپ کی سعی عمومی طور پر بہت مشکور ہوگی۔

پروفیسر شمیم حنفی

غالب پر لکھنے کی گنجائش بہت ہے مگر زیادہ تر پامال مضامین باندھے جاتے ہیں۔ ایسے پہلوؤں پر غور کرنا جن کے لیے دقت نظر مطلوب ہو بڑی بات ہے۔ غالب ایک مطالعہ کے مضامین سے استفادہ کروں گا اور یقین ہے کہ مطالعہ سے مجھے روشنی ملے گی۔

پروفیسر عنوان چشتی

مکاتیب جلیل کو مرتب کر کے آپ نے اردو کے مکتوباتی ادب میں اضافہ کیا ہے۔ ان مکاتیب میں زبان و بیان کے نکات، عروض اور قواعد کے اصول، عیوب اور محاسن کلام جن فنکارانہ آگہی اور سادگی سے بیان کئے گئے ہیں ان کی نظیر دوسری جگہ کم ملے گی۔ ان خطوط کے حضرت جلیل مانکپوری کی جلیل القدر شخصیت ان کے علمی تبحر اور ان کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔

☆○☆

علی احمد جلیلی نے نقد و نگاہ میں شاعری کی زبان اس کے اسالیب پر نظر ڈالی ہے۔ تحقیق کے اصولوں کی روشنی میں تجزیہ طریقہ کار کو اپنایا ہے۔ اس سے جلیل صاحب کی آرا پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ کتاب نقد و نگاہ اپنی جگہ بہت خوب ہے۔

☆○☆

ڈاکٹر علی احمد جلیلی نے بتقاضۂ خلیل کی تدوین میں تحقیقی طریقہ کار کو اپنایا ہے اور تجزی روش کو اپنا شعار قرار دیا ہے۔ اس سے نہ صرف خلیل مانکپوری کا فکر و فن روشنی میں آتا ہے بلکہ ملک محمد جائسی کی تصنیف پدماوت کے بنیادی مباحث بھی اردو داں طبقہ کے سامنے آجاتے ہیں۔

☆○☆

میں ذہنی طور پر حضرت جلیل سے ابتدا ہی سے قریب ہوں۔ آج یہ کتاب فصاحت جنگ جلیل مانکپوری کو دیکھا تو جی خوش ہوگیا۔

مجھے کہنے دیجئے کہ حضرت جلیل مانکپوری کے صاحبزادے علی احمد جلیلی نے اپنی جانفشانی سلیقے اور تجربہ کے بعد مواد کو اس طرح پیش کیا ہے کہ ایک طرف قارئین پر حضرت جلیل کی کل شخصیت منعکس ہوتی ہے تو دوسری طرف علی احمد جلیلی کا معروض انداز نظر روشنی میں آتا ہے۔

پروفیسر کرامت علی کرامت

آپ کی کتاب "نئی غزل میں منفی رجحانات" کی ضرورت تھی۔ ایک طویل عرصہ سے ادب میں کوئی طوفان نہیں آیا تھا۔ امید ہے کہ اس کتاب سے جو طوفان اٹھے گا وہ پوری ادبی دنیا کو اپنی گرفت میں لے گا۔ آپ نے بہت سی باتیں ایسی کہی ہیں جن سے صرف نظر ممکن نہیں۔

☆O☆

"فصاحت جنگ جلیل مانکپوری" پر آپ نے کتاب لکھ کر حق ادا کردیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے جلیل کی شخصیت اور اوو شاعری کے بارے میں قاری کے ذہن میں ایک عظیم پیکر ابھرتا ہے۔

☆O☆

"بت خانہ خلیل" کو ۸۰ سال بعد دریافت اور دوبارہ شائع کر کے آپ نے خاندانی چیز کو آئندہ نسل کے لیے محفوظ کرلیا ہے۔ ایسی تخلیقات کی تاریخ حیثیت رہ گئی ہے۔ ہندی والوں نے دیوناگری رسم الخط میں لکھی تمام چیزوں کو ہندی کا نام دے کر فارسی خط میں لکھی گئی پدماوت کو بھی ہندی میں شامل کرلیا ہے۔ ہم کیوں نہ ملک محمد جائسی کی پدماوت کو اردو کے دائرہ میں شائع کرلیں۔

کشمیری لال ذاکر

"نقد و نگاہ" دیکھی۔ آپ کی اس کتاب میں شامل کچھ مضامین پڑھ بھی لیے۔ آپ نے واقعی بہت محنت کی ہے۔ خدا کرے آپ اپنی تخلیقات کے ذریعہ تنقیدی ادب کی خدمات کرتے رہیں۔

پروفیسر مسعود حسین خاں

فصاحت جنگ جلیل مانکپوری کی کتاب سلیقہ واقفیت (جسے اب لوگ جانکاری کہنے لگے ہیں) اور محنت سے مرتب کی ہے۔ آپ سے بہتر فصاحت جنگ جلیل کے فن اور شخصیت کے بارے میں کون لکھ سکتا تھا۔

☆O☆

اردو تلفظ لغت پر آپ نے نہایت مفید کام انجام دیا ہے۔ اس قسم کی لغت انگریزی میں بھی موجود ہے لیکن اردو میں نایاب ہیں۔

مظہر امام

آپ کا ارسال کردہ گراں تحفہ نئی غزل میں منفی رجحانات مل گیا۔ مجھے آپ کا مضمون آزاد غزل واقعی پسند آیا۔ جو قارئین آزاد غزل کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہیں انہیں آپ کا مقالہ بہت مدد دے گا۔ ایک مضمون میں بہت سارے مضامین کا احاطہ ہوگیا ہے۔

☆O☆

فصاحت جنگ مانکپوری پر ایک وقیع کتاب کی ضرورت تھی اور آپ نے یہ کمی پوری کردی۔ یہ کام آپ ہی سر انجام دے سکتے تھے۔ حضرت جلیل کی شخصیت اور فن کا گوشہ نہیں ہے جسے آپ نے نامکمل چھوڑا ہو۔

پروفیسر ملک زادہ منظور احمد

شعر و ادب کے حوالے سے آپ کی ہشت پہلو شخصیت نے جن جن راہوں میں چراغ جلائے ہیں ان کا میں ہمیشہ معترف رہا ہوں۔ نقد و نگاہ کی فہرست مضامین سے اندازہ

ہوتا ہے کہ آپ نے صرف تنقیدی بصیرت ہی سے کام نہیں لیا ہے بلکہ تلاش و تحقیق، فکر و نظر اور جستجو و آرزو کا بھی حق ادا کیا ہے۔

کاوش بدری

زندگی میں کسی کتاب کو میں نے اس لگن، اخلاق اور ژرف نگاہی سے مطالعہ نہیں کیا۔ چنانچہ فصاحت جنگ جلیل مانکپوری کو تلاوت کرنے کا مبارک موقع بالالتزام ملا۔ حضرت جلیل پر آپ نے بجا حق ادا کیا ہے نہ صرف معنوی اولاد کی حیثیت سے بلکہ ایک بالغ نظر نقاد اور عظیم انشاء پرداز کی حیثیت سے بھی۔

پروفیسر گوپی چند نارنگ

"غالب ایک مطالعہ" کا مطالعہ کیا۔ موضوعات کا انتخاب بھی اچھا ہے اور آپ نے حق ادا کیا ہے۔

پروفیسر مظفر حنفی

پیش نظر کتاب "نئی غزل کے منفی رجحانات" تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب میں علی احمد جلیلی کے وہ مقالات شریک اشاعت ہیں جن میں انھوں نے نئی غزل کی خامیوں اور کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے۔ نئی غزل میں جو بے معنویت در آئی ہے جلیلی صاحب نے اس پر نئی نسل کو ٹوکا ہے۔ میں ان میں بیشتر خیالات سے متفق ہوں۔

پروفیسر محمد حسن

آپ نے مثنوی بت خانہ خلیل مرتب کر کے واقعی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ دیباچہ اس پر مستزاد ہے۔ اس سے مثنوی کے اس ایڈیشن کی قدر و قیمت بڑھ گئی ہے۔ تقابلی مطالعہ آپ نے محنت سے کیا ہے۔ زبان کی سلاست، تشبیہوں کی ندرت اور انداز بیان کی طرفگی کے اعتبار سے یہ مثنوی خاص طور پر اہم ہے۔

پروفیسر نثار احمد فاروقی

یہ کتاب "فصاحت جنگ جلیل مانکپوری" آپ ہی لکھ سکتے تھے۔ آپ ہی موضوع کا حق ادا کر سکتے تھے۔ یہ ایک ضرورت تھی جو بحمد اللہ پوری ہوئی میں اس کا ایک ایک حرف پڑھوں گا اور اسی سے استفادہ کروں گا۔

☆O☆

بت خانہ خلیل کتاب کو سرسری طور پر ہی دیکھ کر اندازہ ہوا کہ آپ نے کیسی محنت، مہارت اور سلیقے سے اس کو لباس، تجمیل عطا فرمایا ہے۔ یہ بہت قابل قدر اور ادبی تحقیق ہے۔

پروفیسر وحید اشرف

آپ کے تنقیدی مضامین کے موضوعات کو دیکھ کر طبیعت فوراً کتاب "نئی غزل میں منفی رجحانات" کی طرف متوجہ ہو گئی جو میں نے شروع سے آخر تک ایک ہی دن میں ختم کر ڈالا۔ میرے نزدیک یہ کتاب وقت کے ایک اہم تقاضے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

☆O☆

حضرت جلیل نے اپنی کتاب "اردو کا عروض" میں مستعمل بحروں کا ذکر اختصار

سے کیا ہے ۔ آپ نے عروض کے نہایت ضروری مسائل کا اضافہ کرکے کتاب کو جامع اور مفید بنایا ہے ۔ ہر طالب علم کے لیے اس کتاب کو پڑھنا نہ صرف مفید بلکہ ضروری مسائل کا اضافہ کرکے کتاب کو جامع اور مفید بنایا ہے ۔۔

ڈاکٹر راہی فدائی

آپ کا ارسال کردہ تحفہ بتخانۂ خلیل موصول ہوا ۔ کتاب ہر لحاظ سے قابل قدر ہے ۔ آپ نے حسن ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے ۔ اس مثنوی کی از سرنو اشاعت ایک گمشدہ کڑی کی دریافت ہے ۔

☆O☆

''لہو کی آنچ'' بھی نظر نواز ہوا ۔ آپ قادرالکلام استاد شاعر ہیں ۔ آپ کے اشعار محاسن سخن سے آراستہ ہیں ۔ اور معائب سے پاک ہیں ۔ علاوہ ازیں عصری حسیت ، تقاضائے وقت کی اہمیت اور زبان کی ندرت وغیرہ سونے پر سہاگا ہیں ۔۔

پروفیسر حفیظ بنارسی

آپ کا گرانقدر تحفہ لہو کی آنچ ملا ۔ آپ کی شخصیت اور شاعری کا میں معترف و مداح رہا ہوں ۔ تازہ مجموعہ کلام نے اور زیادہ متاثر کیا۔ آپ کا کلام جدید اور قدیم انداز فکر و بیان کا ایک حسین سنگم ہے ۔ دل و نگاہ کو نور و سرور کی دولت نصیب ہوئی ۔۔

پروفیسر آل احمد سرور

آپ کی بھیجی ہوئی کتاب ''بت خانۂ خلیل'' (پدماوت کا منظوم ترجمہ) کل ملی ۔ کتاب کے متعلق اپنے تاثرات تفصیل سے لکھ بھیجوں گا ۔ اس کا مطالعہ شروع کررہا ہوں ۔ مثنوی کی روانی واقعی قابل داد ہے ۔

☆O☆

فصاحت جنگ جلیل مانکپوری مجھے مل گئی ۔ اس پر بھی رائے لکھوں گا ۔ کلام کی پختگی اور فکر کی تازگی متاثر کرتی ہے ۔۔

گلزار دہلوی

آپ نے اپنی کتاب کے تبرک سے نوازا ۔ فصاحت جنگ جلیل مانکپوری شخصیت سوانح ، خدمات ، فکر و فن ، مرثیہ ، مقام ، اعزازات اور نمونۂ کلام سب کو کوزے میں سمو دیا ہے ۔ پڑھکر طبیعت خوش ہوئی ۔

مرزا داغ ، رتن ناتھ سرشار ، علامہ زار اور نواب سائل کے نواب فصاحت جنگ جلیل کے توسط و عصری دوستی کے رشتے سے آپ سے دوسرے تعلقات کی تقویت حاصل ہوئی ۔

ندا فاضلی

آپ نے لہو کی آنچ کے ذریعہ مجھے یاد فرمایا ۔ اس کے لئے ممنون ہوں۔ آپ اُردو کی ایک بڑی روایت کے وارث ہیں ۔ اسی روایت کو آپ کی محنت ،

ذہانت نے سجایا ہے اور آگے بڑھایا ہے ۔ زبان و بیان کی نفاستوں سے کوسوں دور آج کے عہد میں آپ کی مشاقی اور کلاسیکی شائستگی بہت غنیمت ہے ۔

پروفیسر گیان چند جین

آپ کا تحفہ ''بت خانۂ خلیل'' ملا ۔ اس کی ورق گردانی کر رہا ہوں ۔ آپ نے مقدمہ بہت طویل لکھا ہے ۔ متن پر تنقید کی مقدمے ضروری نہیں ۔

اس تحقیق کے دوران میں اس مثنوی سے واقف نہ تھا ۔ میں نے کہیں دیکھا بھی نہیں ۔ پنجہ نگاریں میرا سنا ہوا نام ہے لیکن مجھے اپنی کتاب میں نہ مل سکا ۔ آپ نے اسے منظر عام پر لاکر بڑا کام کیا ہے ۔۔

بیکل اتساہی

''لہو کی آنچ'' کو دیکھ کر مسرت ہوئی ۔ پہلے اسی کے مطالعہ میں لگ گیا ۔ کس قدر خوبصورت لائق تطہیر غزلیں ہیں ۔ کس کس کی تعریف کروں ۔ روایتوں کے احترام کے ساتھ ہی عصری حسیت مزاجی ، سیاق و سباق و رموز و علائم موجود ہیں ۔

☆O☆

''نقد و نگاہ'' فردوس نظر ہوئی ۔ شروع سے آخر تک پڑھنے کے بعد محسوس ہوا کہ ابھی کچھ تشنگی ہے ۔ بہر حال یہ تحقیقی دستاویز ہے ۔ اسے عام قاری تک پہونچنا لازمی ہے ۔ ہوسکتا ہے کچھ تک چڑھے اسے قدغن کہکر نظرانداز کردیں یا پھر تنقید سے

یا بلند تشخیص پر اتر آئیں ۔ مگر تنہائیوں میں احساس کریں گے کہ جو کچھ نقد و نگاہ میں ہے وہ سچ ہے اور صحیح ہے ۔۔

پروفیسر شکیل الرحمٰن

''لہو کی آنچ'' بھجوانے کا شکریہ ۔ آپ کا کلام مجھے پسند ہے ۔ مجموعہ ملا تو کئی غزلیں پڑھ گیا ۔ جی خوش ہوا ۔ بعض اشعار کے نکیلے پن نے متاثر کیا ۔ آپ کا انداز بیان ، شعری تجربے فوراً مرتب کرتا ہے ۔ یہ بڑی بات ہے ۔۔

فضا ابن فیضی

شعری مجموعہ لہو کی آنچ ملا ۔ میں آپ کو رسائل و جرائد میں برابر پڑھتا رہتا ہوں ۔ کلاسیکی غزل میں آپ کی کامیاب پیش رفت کا معترف ہوں ۔ شاعری آپ کو ورثہ میں ملی ہے ۔ اس کتاب کے ذریعہ آپ کو بالاستیعاب پڑھنے کی مسرت حاصل ہوگی ۔

افتخار امام

شعری مجموعہ ''لہو کی آنچ'' ملا ۔ باعث مسرت ہے یہ امر کہ آپ کا تخلیقی سفر جاری ہے ۔ نثر کی طرف بھی آپ نے توجہ کی ہے اور نئی غزل کے مثبت رجحانات پر ایک نئے انداز سے کتاب تصنیف کی ہے ۔۔

یوسف ناظم

آپ کی پراز معلومات کتاب ''حیات جلیل کا سوگ'' تصنیفات و تالیفات شخصیت ، شاعری ، فنی تجزیہ اور کتابیات کے ابواب پر مشتمل ہے ۔ یہ ایک مکمل اور مبسوط تحقیقی مقالہ ہے جس سے مصنف کے لیے کم وکاست اپنے والد ماجد کی زندگی کے تمام حالات کے علاوہ مناقشات اور ریشہ دوانیوں کا بھی ذکر کردیا ہے جو حضرت داغ اور حضرت جلیل کے تعلقات ومراسم کے بیچ دیوار بناکر اختراع کی گئی تھیں ۔۔

قمر گونڈوی

میں نے آپ کی تصنیف ''غالب ایک مطالعہ'' پر ایک بیحد تفصیلی خط بعد مطالعہ لکھ چکا ہوں ۔ آپ نے میری وہ تحریر پسند فرمائی ۔ اس موقع پر آپ نے سوغیر سوغات عنایت فرماکر ثابت کردیا کہ آپ مجھ سے بیحد خلوص رکھتے ہیں ، محبت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے ۔

☆O☆

حیدرآباد آنا ہوا تو مجھے آپ سے دوبدو گفتگو کرنی ہے ۔کچھ والد محترم (حضرت جلیل مانکپوری) کی زندگی کے بارے میں پوچھنا ہے اور اس حیدرآباد کو دیکھنا ہے اور سمجھنا ہے جس نے اقبال ، جوش ، جگر اور مرزا داغ جیسے عظیم شعرا کو اپنی آغوش محبت میں رکھ کر ہونہار قلم کار بنایا ہے ۔